RG.-E.P-NO-861

رجسٹرڈ ای پی نمبر ۸۶۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ہفت روزہ بدر قادیان

شرح چندہ سالانہ چھ روپے
فی پرچہ ۲ ۰ /

ایڈیٹر:- برکات احمد راجیکی
اسسٹنٹ ایڈیٹر:- محمد حفیظ بقاپوری

جلد ۲ | ۷ اخاء ۱۳۳۲ ہش ۲۶ محرم الحرام ۱۳۷۳ھ مطابق ۷ اکتوبر ۱۹۵۳ء | نمبر ۳۷

اخبار احمدیہ

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کے متعلق اخبار المصلح مورخہ یکم اکتوبر میں شائع شدہ خبر مظہر ہے کہ حضور کو کھانسی اور بائیں پاؤں میں درد کی تکلیف ہے۔ احباب اپنے مقدس آقا کی صحت و سلامتی اور مقاصد عالیہ میں کامیابی کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔

اپنی جماعت کو تعلیم

از حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ احمدیہ

"تم مصیبت کو دیکھ کر اور بھی قدم آگے رکھو کہ یہ تمہاری ترقی کا ذریعہ ہے اور اُس کی توحید زمین پر پھیلانے کے لئے اپنی تمام طاقت سے کوشش کرو اور اس کے بندوں پر رحم کرو اور اُن پر زبان یا ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو اور مخلوق کی بھلائی کیلئے کوشش کرتے رہو۔ اور کسی پر تکبر نہ کرو گو اپنا ماتحت ہو اور کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو۔ غریب اور حلیم اور نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد بن جاؤ تا قبول کئے جاؤ۔ بہت ہیں جو حلم ظاہر کرتے مگر وہ اندر سے بھیڑیئے ہیں بہت ہیں جو اوپر سے صاف ہیں مگر اندر سے سانپ ہیں۔ سو تم اس کی جناب میں قبول نہیں ہو سکتے جب تک ظاہر و باطن ایک نہ ہو۔ بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو نہ اُن کی تحقیر اور عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو نہ خود نمائی سے اُن کی تذلیل اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو نہ خود پسندی سے اُن پر تکبر۔ ہلاکت کی راہوں سے ڈرو خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو اور مخلوق کی پرستش نہ کرو اور اپنے مولیٰ کی طرف منقطع ہو جاؤ اور دنیا سے دل برداشتہ رہو اور اُسی کے ہو جاؤ۔ اور اُسی کے لئے زندگی بسر کرو اور اُس کے لئے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو کیونکہ وہ پاک ہے۔ چاہیئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔ دنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو کہ وہ دھوئیں کی طرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتی ہیں اور وہ دن کو رات نہیں کر سکتیں بلکہ تم خدا کی لعنت سے ڈرو جو آسمان سے نازل ہوتی اور جس پر پڑتی ہے اُس کی دونوں جہانوں میں بیخ کنی کر جاتی ہے۔ تم ریاکاری کے ساتھ اپنے تئیں بچا نہیں سکتے کیونکہ وہ خدا جو تمہارا خدا ہے اُس کی انسان کے پاتال تک نظر ہے۔ کیا تم اُس کو دھوکا دے سکتے ہو۔ پس تم سیدھے ہو جاؤ اور صاف ہو جاؤ اور پاک ہو جاؤ اور کھرے ہو جاؤ۔ اگر ایک ذرہ تیرگی تم میں باقی ہے تو وہ تمہاری ساری روشنی کو دور کر دیگی۔ اور اگر تمہارے کسی پہلو میں تکبر ہے یا ریا ہے یا خود پسندی ہے یا کسل ہے تو تم ایسی چیز نہیں ہو کہ جو قبول کے لائق ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تم صرف چند باتوں کو لے کر اپنے تئیں دھوکا دو کہ جو کچھ ہم نے کرنا تھا کر لیا ہے کیونکہ خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آوے اور تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کریگا۔ تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو کیونکہ شریر ہے وہ انسان کہ جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں وہ کاٹا جائیگا کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے۔ تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو اور باہمی ناراضگی جانے دو۔ اور سچے ہو کر جھوٹوں کی طرح تذلل کرو تا تم بخشے جاؤ۔ نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو کہ جس دروازہ کیلئے تم بلائے گئے ہو اس میں ایک فربہ انسان داخل نہیں ہو سکتا۔ کیا ہی بدقسمت وہ شخص ہے جو ان باتوں کو نہیں مانتا۔ جو خدا کے منہ سے نکلیں اور میں نے بیان کیں۔ تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ایک ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی۔ تم میں زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے۔ اور بدبخت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا تازہ کلام

تلوّن

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

ارے مسلم طبیعت تیری کیسی لا اُبالی ہے
خدا کو دیکھ کر بھی تو کبھی خاموش رہتا ہے
کبھی اک چشمۂ صافی کے ہمسائے میں لڑتا ہے
کبھی خرد ار غلے کے اٹھا کر پھینک دیتا ہے
کبھی آفاتِ ارضی و سماوی سے ہے ٹکراتا
کبھی کہتا ہے تو اللہ کو کس نے بنایا ہے؟
کبھی اللہ کی قدرت کا بھی انکار ہے تجھ کو
کمالِ ذاتِ انسانی پہ سو سو ناز کرتا ہے
جو راحت ہو تو منہ راحت رساں سے موڑ لیتا ہے
جہانِ فلسفہ کی علتوں کا چارہ گر ہے تو
تو مشرق کی بھی کہتا ہے تو مغرب کی بھی کہتا ہے
سرود و ساز و رقص و جامِ انگوری و مے خواری
اگر چاہے تو بندے کو خدا سے بھی بڑھا دے تو
غلامی روس کی ہو یا غلامی مغربیت کی
تو آزادی کا ٹھپہ کیوں غلامی پر لگاتا ہے
یہ کھیل اضداد کی عرصہ سے تیرے گھر میں جاری ہے
مسلمانی ہے پر اسلام سے نا آشنائی ہے

ترے اعمال دنیا سے جدا۔ فطرت نرالی ہے
کبھی اک زشت رو کو دیکھ کر اُس سے آہ کہتا ہے
کبھی اک قطرۂ آبِ مقطر کو ترستا ہے
کبھی چیونٹی کے ہاتھوں سے بھی دانہ چھین لیتا ہے
کبھی تو بھی جو لگ جائے تو تیرا منہ ہے مرجھاتا
کبھی کہتا ہے رازِ خلقِ دنیا کس نے پایا ہے؟
کبھی انساں کی رفعت پہ بھی اصرار ہے تجھ کو
مگر شانِ خداوندی پہ سو سو حرف دھرتا ہے
مصیبت ہو تو اس کے در پہ سر تک پھوڑ لیتا ہے
مگر جو آنکھ کے آگے ہے اس سے بے خبر ہے تو
مگر رازِ درونِ خانہ پوشیدہ ہی رہتا ہے
پھر اس کے ساتھ تکبیریں بھی ہیں کیسی ہے خودداری؟
اگر چاہے تو کر دے بی کو دوزخ میں گرا دے تو
کوئی بھی نام رکھ لے تو وہ ہے زنجیر لعنت کی
غلافِ قدوسیت لے کے قرآں پر چڑھاتا ہے
کبھی ہے مارکس کا چرچا کبھی درسِ بخاری ہے
نہیں ایمان کچھ بھی۔ باپ دادوں کی کمائی ہے

کبھی نعروں پہ تو قرباں کبھی گفتار پر قرباں
مرے بھولے صنم میں ترے اس کردار پر قرباں

بھائی عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔

"اگر میں ہریجن ہوتا"

ڈاکٹر سری کرشن سنہا وزیر اعلیٰ بہار نے ایک تقریر کے دوران میں اچاریہ ونوبا بھاوے پر اس حملہ کا ذکر کیا جو ان پر مورخہ ۱۹ ستمبر کو ہریجنوں کے ساتھ مندر میں داخل ہونے کی کوشش کرتے ہوئے کیا گیا تھا۔ اور فرمایا کہ "اگر میں ہری جن ہوتا اور مجھے مندر میں داخل ہو کر عبادت کرنے سے روکا جاتا تو میں ضرور ہندو مذہب کو خیرباد کہہ دیتا اور عیسائیت کو قبول کر لیتا" (بحوالہ اخبار ڈیلی مورخہ ۲۰ ستمبر)

یہ فقرات وزیر اعلیٰ صاحب کو اس وجہ سے کہنے پڑے کہ ہندو مذہب میں مساوات کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ اس میں شودروں یا ہریجنوں کو نہ صرف یہ کہ پورے سوشل حقوق نہیں دیئے گئے بلکہ عبادات کے لئے بھی سورن ہندوؤں کے پہلو بہ پہلو مندروں میں بیٹھنے کی اجازت نہیں۔

جناب سری کرشن سنہا نے جو یہ فرمایا ہے کہ ایسے سلوک کی وجہ سے وہ ہندو مذہب کو چھوڑ کر عیسائیت اختیار کر لیتے درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ جس مساوات اور رواداری کے وہ متمنی ہیں وہ عیسائیت میں بھی ان کو نہیں مل سکتی۔ عیسائیوں میں بھی کالے۔ گورے۔ مشرقی و مغربی بڑے اور چھوٹے کا فرق موجود ہے۔ یورپین لوگوں کے گرجے ہندوستانی عیسائیوں سے علیحدہ تو سب نے دیکھے ہوں گے۔ اور بڑے لوگوں کے لئے گرجا کے صدر میں نشستوں کا امتیاز بھی عام لوگوں کے ملاحظہ میں آیا ہوگا لیکن امریکہ وغیرہ میں کالے اور گورے عیسائیوں میں جو زمین و آسمان کا فرق پایا جاتا ہے۔ اور جس رنجدہ اور ذلت آمیز طریق پر کالے عیسائیوں سے گورے عیسائی سلوک کر رہے ہیں۔ وہ انسانی مساوات کے مسئلہ میں عیسائی مذہب کو بھی ننگا کرنے کے لئے کافی ہے۔

دنیا میں صرف اسلام ہی ایک مذہب ہے جس نے انسانی مساوات کو نمایاں طور پر قائم کیا ہے۔ اور جس میں کالے۔ گورے۔ عربی۔ عجمی۔ مشرقی اور مغربی کا کوئی فرق نہیں۔ اسلامی عبادت گاہوں میں، ایک عظیم الشان بادشاہ اور ایک بے نوا گدا برابر کے حقدار ہیں۔ ابھی چند سال کا عرصہ ہوا شاہی مسجد لاہور میں امیر امان اللہ خان شاہ افغانستان اور شہر کا ایک غریب سقہ شانہ بہ شانہ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھے گئے۔ اسلامی عبادت خانوں میں خاندان و نسل اور قوم و درجہ کے امتیاز سے بالا ہیں۔

ہم جناب وزیر اعلیٰ صاحب بہار کو خلوص دل سے اسلامی مساوات اور اخوت میں شامل ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔ ہاں ایسی مساوات جو کسی اور مذہب میں حاصل ہونی ممکن نہیں۔

شکریہ اور دعا کی درخواست

از مکرم سید داؤد احمد صاحب ابن حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

والدہ مرحومہ کی وفات پر بہت سے بزرگوں دوستوں اور جماعتوں نے مکرم مرزا عزیز احمد صاحب اور ہم سب بھائی بہنوں کو تعزیت اور ہمدردی کے خطوط اور تار بھیجے ہیں۔ جن میں انہوں نے بہت بھرے جذبات کا اظہار فرمایا ہے۔ چونکہ فرداً فرداً سب دوستوں کو اس وقت جواب دینا مشکل ہے۔ اس لئے اخبار کے ذریعہ ہم آپ سب کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس ہمدردی کی جزا اپنے پاس سے عطا فرمائے۔ آمین۔

امید ہے تمام احباب ہمیں اپنی خاص دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔ ہم ایک عرصہ سے اپنے والد کی دعاؤں سے محروم تھے اور اب اپنی والدہ کی دعاؤں سے بھی محروم ہو گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خاکسار سید داؤد احمد ربوہ ۱۷/۹/۵۳

درخواست دعا۔ محترم حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی لمبا عرصہ دو گھنٹہ بیمار ہیں۔ اور عام کمزوری بھی ہے احباب اس مفید اور بابرکت وجود کی صحت و عافیت کے لئے دعا فرماتے رہیں۔ (ایڈیٹر)

عقوق کی تنسیخ

میری طرف سے میرے لڑکے عزیز محمد احمد کے بعض قصوروں کی بنا پر ان کو عاق کرنے کا اعلان بدر میں شائع کیا گیا تھا۔ اب چونکہ عزیز موصوف نے خدا تعالیٰ کے فضل سے اپنی اصلاح کی طرف توجہ کی ہے اور میں ان کے رویہ سے مطمئن ہوں۔ لہٰذا میں عاق کے مذکورہ اعلان کو منسوخ کرتا ہوں۔

احباب کرام مطلع رہیں۔

خاکسار

سید محمد سلیمان امیر جماعت احمدیہ جمشید پور

مومن کا وعدہ

فرمایا......!

"مومن کا قول اور عمل برابر ہونا چاہیئے۔ غیر مومن جو کہتا ہے ضروری نہیں اُسے پورا بھی کرے۔ لیکن مومن جو کچھ وعدہ کرتا ہے اُسے سنجیدگی کے ساتھ سو فی صدی پورا کرتا ہے"۔

"یہ نیکیاں ہمارے ساتھ نہیں جائیں گی۔ ہمارے چندے اور ہماری قربانیاں ہمارے ساتھ جائیں گی۔

"جہان کا کھایا ہوا ہمارے کام نہیں آئے گا۔ جو خدا کے رستہ میں خرچ ہوگا وہی ہمارے کام آئے گا۔ پس ابدی اور دائمی زندگی حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھو"

"جو بلا عذر چندہ ادا کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں۔ اُنہوں نے بقایا کیا ادا کرنا ہے۔ وہ تو ایک دن خدا کی جماعت سے نکالے جائیں گے۔ باقی جو لوگ مجبوری سے پیچھے رہ جاتے ہیں ہم امید کرتے ہیں کہ باوجود انکی کمزوری کے اللہ تعالیٰ انہیں پورا ثواب دے دیتا ہوگا اور وہ بھی ناخنوں تک زور لگا دینگے کہ اپنے بقائے بھی صاف کریں اور آگے کی طرف قدم بھی بڑھائیں لیکن جو غفلت اور سستی کی وجہ سے پیچھے رہ جاتے ہیں۔ اور قربانی کی پوری کوشش نہیں کرتے وہ خدا تعالیٰ کے دربار میں اُس مقام تک نہیں پہنچ سکتے جس مقام پر وہ لوگ پہنچتے ہیں۔ جو دین کے لئے اپنی جان تک لڑا دینے میں دریغ نہیں کرتے"۔

احباب کرام اپنے محبوب امام کے ارشادات پڑھیں اور فرض شناسی کا ثبوت دیں تحریک جدید کے وعدہ جات کی ادائیگی کا آخری وقت جا رہا ہے۔ صرف دو ماہ اب باقی ہیں۔ ابھی تک بہت سے احباب دفتر اوّل اور دوم کے سو فیصدی بقایا دار ہیں حالانکہ چاہیئے تھا کہ اس وقت تک اپنا وعدہ سو فی صدی ادا کر کے اگلے سال کے وعدہ جات کی تیاری میں نئے ولولہ اور جوش سے قدم بڑھانے کو تیار ہوتے۔ حضرت اقدس نے بارہا فرمایا ہے کہ وعدہ کی ادائیگی کا اصل وقت سال کا نصف اول ہے۔ اور اب تو صرف سال سے دو ماہ باقی ہیں۔ جو کچھ بھی چیز نہیں۔ پس احباب جماعت کو اپنے وعدہ جات ادا کرنے کی طرف فوری توجہ کرنی چاہیئے۔ اور عہدیداران جماعت کو بھی پوری تندہی سے چندہ وصول کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ دفتر کی طرف سے ہر مجاہد کو انفرادی طور پر یاددہانی کی جا چکی ہے۔ اسی طرح سکرٹریانِ مال کو بھی بارہا توجہ دلائی جا چکی ہے۔ لیکن ابھی تک خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔

پس احباب اس دو ماہ کے عرصہ میں اپنے وعدہ جات سو فیصدی ادا کر کے اپنے ذمہ سے سبکدوش ہوں۔ اور دفتر اوّل کے احباب نہ صرف انیسویں سال کی ادائیگی سو فیصدی کریں بلکہ اگر کوئی سال اُن کا گذشتہ سالوں میں بقایا ہے تو وہ بھی ادا کر کے اپنا نام اس فہرست میں شامل کریں جو انیس سال کے آخر پر شائع ہونے والی ہے۔ اگر کوئی سال یا سال کے چندہ کا کوئی حصہ بھی آپ کے ذمہ ہوا تو آپ کا نام اس فہرست میں نہ آ سکے گا۔

اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔

(وکیل المال تحریک جدید قادیان)

خطبہ جمعہ

اپنے نمونہ اور عمل کو ایسا پاکیزہ بناؤ کہ تم اپنی ذات میں مجسّم تبلیغ بن جاؤ

اگر تم ایسا تغیر پیدا کر لو تو دنیا کی کوئی طاقت لوگوں کو تمہاری طرف ہونے سے روک نہیں سکتی

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

بمقام احمد آباد - سندھ

(فرمودہ ۲۴؍ جولائی سنہ ۱۹۵۳ء)

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

احمد آباد کی زمین ہمیشہ ہی

ایک الٰہی معجزہ کی یاد

دلاتی ہے۔ سنہ ۱۹۱۵ء سے سنہ ۱۹۱۷ء میں کسی عرصہ کی بات ہے کہ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ میں ایک جگہ پر کھڑا ہوں نہر کا کنارہ ہے کچھ اور دوست بھی میرے ساتھ کھڑے ہیں۔ کہ اتنے میں زور کی آواز آئی۔ جیسے پانی گرنے یا آبشار کا شور ہوتا ہے میں نے حیران ہو کر ادھر اُدھر دیکھنا شروع کیا۔ کہ یہ کیا بات ہے اس پر بعض دوستوں نے جو میرے ارد گرد تھے اوپر کی طرف اشارہ کیا۔ اور مجھے معلوم ہوا کہ نہر کا بند ٹوٹ گیا ہے۔ اور پانی تمام علاقہ میں پھیل گیا ہے۔ میں نے دیکھا کہ

پانی کا بہاؤ

ایسا تیز ہے جیسے کسی بڑے بھاری دریا کا بند ٹوٹ جاتا ہے۔ پانی سُرعت کے ساتھ پھیلتا چلا جاتا ہے۔ اور ارد گرد کے گاؤں اور قصبات اس کی زد میں آتے چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ مجھے اس وقت کئی گاؤں اور قصبات نظر آتے ہیں۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ جب پانی ان کے پاس پہنچتا ہے۔ تو وہ ان کے نیچے کی زمین کو اس طرح کاٹ کر پھینک دیتا ہے جس طرح زمیندار اپنے کھرپے سے گھاس کی جڑیں اکھیڑ دیتا ہے پانی آتا ہے اور آن کی آن میں انہیں اچھال کر پرے پھینک دیتا ہے۔ چنانچہ بیسیوں گاؤں اور قصبات مجھے دکھائی دیئے جو اس پانی کے بہاؤ کی وجہ سے برباد ہو گئے۔ لیکن پہلے تو وہ پانی پرے پرے جا رہا ہے۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ جس جگہ پر ہم کھڑے ہیں وہ محفوظ ہے۔ لیکن اتنے میں جو دوست میرے ساتھ تھے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ پانی کا رخ اب اس طرف پھر گیا ہے۔ وہ چکر کاٹ کر دائیں طرف سے بائیں طرف کو آنے لگا ہے۔ چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے پیشتر اس کے کہ ہم بھاگ کر اپنے بچاؤ کی تدبیر کرتے

سیلاب نے ہمیں آلیا

اور جس جگہ پر ہم کھڑے تھے اس بند کے نیچے کی زمین اس نے کاٹ دی۔ اور ہمیں بھی پانی میں پھینک دیا۔ جب میں پانی میں گرا۔ تو میں نے تیرنا شروع کیا۔ مگر اس وقت پانی اتنا گہرا ہو گیا کہ یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ یہ کسی نہر کا پانی ہے۔ بلکہ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے گہرا دریا یا سمندر ہے۔ میں پیر لگانے کی کوشش کرتا لیکن زمین مجھے ملتی نہیں تھی۔ میں نے بعض دفعہ غوطہ لگا کر زمین کی تہ معلوم کرنے کی کوشش کی۔ مگر پھر بھی میں ناکام رہا۔ اور میں اسی طرح بہتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ میں نے سمجھا کہ اب فیروز پور آ گیا ہے۔ پھر میں فیروز پور سے آگے کی طرف بہتا چلا گیا۔ مگر میرا پاؤں کہیں لگا نہیں۔ اس وقت میں نے خدا تعالیٰ سے دعا کرنی شروع کی۔ اور یہ فقرہ میری زبان پر جاری ہوا۔ جو پہلے بھی کئی دفعہ شائع ہو چکا ہے کہ

"یا اللہ سندھ میں تو پیر لگ جائیں"

یا اللہ سندھ میں تو پیر لگ جائیں" یہ دعا میں کرتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ میں نے محسوس کیا کہ اب پانی کم ہو گیا ہے اور میں نے اپنے پاؤں زمین پر لگانے کی کوشش کی۔ تو میرے پاؤں لگ گئے۔ اور میں پانی سے باہر نکل آیا یہ سنہ ۱۹۱۵ء سے سنہ ۱۹۱۷ء تک کے کسی سال کی بات ہے۔ جب مجھے خلیفہ ہوئے ابھی ایک سال یا دو سال یا تین سال ہوئے تھے۔ اس وقت حالات ایسے تھے کہ ہماری جماعت کو کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں تھی اور نہ ہی دنیا میں وہ معروف تھی۔ ہمارا کوئی تبلیغی مشن بھی سوائے انگلستان کے اس وقت تک قائم نہیں ہوا تھا۔ جماعت کی تبلیغی جد و جہد صرف افراد تک محدود تھی۔ یعنی اس غرض کے لئے مبلغ مقرر نہیں تھے۔ بلکہ احمدی افراد ہی تبلیغ کرتے اور لوگ ان کی وجہ سے احمدیت میں داخل ہو جاتے۔ غرض اس وقت تک کوئی ایسے حالات نہ تھے۔ جن سے یہ ظاہر ہوتا کہ ہماری جماعت کے لئے کہیں باہر جانے کا بھی موقعہ ہو گا اور کوئی ایسے حالات نہ تھے جن سے یہ سمجھا جا سکتا کہ کسی وقت

ہم سندھ کی طرف جائیں گے

اور وہاں پناہ لیں گے۔ یہ خواب آئی اور دہ سال گذر گیا۔ پھر دوسرا سال آیا۔ اور گزر گیا۔ تیسرا سال آیا۔ اور گذر گیا۔ چوتھا سال آیا اور گزر گیا۔ پانچواں سال آیا۔ اور گزر گیا۔ چھٹا سال آیا اور گزر گیا۔ ساتواں سال آیا اور گزر گیا۔ آٹھواں سال آیا اور گذر گیا۔ نواں سال آیا اور گزر گیا۔ دسواں سال آیا اور گزر گیا۔ گیارھواں سال آیا اور گزر گیا۔ بارھواں سال آیا اور گذر گیا۔ تیرھواں سال آیا اور گزر گیا۔ تیرہ سال کے بعد ایک اخبار میں میں نے پڑھا۔ کہ گورنمنٹ نے سندھ میں نہروں کی ایک بڑی بھاری سکیم منظور کی ہے اور وہاں بہت سی قابل کاشت زمین نکلی ہے اس وقت گورنمنٹ کو یہ خیال بھی نہیں تھا کہ کوئی شخص اس زمین کو خریدے گا۔ زیادہ تر یہی خیال تھا۔ [illegible] یہ خیال تھا کہ زمین تقسیم کی جائے گی۔ اور بہت سستی اور آسان شرائط پر لوگوں کو دے دی جائے گی۔ جس وقت یہ اعلان ہوا مجھے اپنا رؤیا یاد آ گیا۔ اور میں نے دوستوں سے کہا کہ یہ ایک اچھا موقعہ ہے خواب میں مجھے سندھ کا علاقہ ہی دکھایا گیا تھا۔ جہاں میرے پاؤں لگے اور پنجاب کے دریاؤں کا بھی سندھ سے ہی تعلق ہے پنجاب کے دو بڑے بھاری دریا ستلج اور بیاس فیروز پور کے پاس آ کر ملتے ہیں۔ اور پھر پانچوں دریا دریائے سندھ میں شامل ہو جاتے ہیں غرض یہ اعلان پڑھ کر میں نے سوچا کہ اس علاقہ میں جو نہریں بننے والی ہیں یہ ضرور خدائی حکمت کے ماتحت بن رہی ہیں۔ اور

خدا تعالیٰ کا منشا

یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان زمینوں کو آباد کرنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ میں نے دوستوں میں تحریک کی اور اخباروں میں بھی اعلان کروا دیا کہ اگر کوئی احمدی وہاں زمین خریدنا چاہے تو یہ بڑا عمدہ موقعہ ہے۔ مگر کسی نے اس طرف توجہ نہ کی۔ اس پر مجھے خیال پیدا ہوا کہ ہم ایک کمیٹی بنا کر یہ زمین خرید لیں۔ اور آگے چل کر دوسروں کے پاس فروخت کر دیں۔ چنانچہ ہم نے ایک کمیٹی بنائی۔ اور فی کس ایک ایک سو روپیہ کا حصہ رکھا۔ دس حصے میں نے خریدے۔ آٹھ حصے انجمن نے خریدے۔ اور ایک ایک حصہ یا اس سے زیادہ بعض دوستوں نے خرید لئے۔ کل ۳۰ حصے تھے۔ اور ہمارا ارادہ تھا کہ جب تین ہزار روپیہ جمع ہو جائے گا۔ تو ہم اپنا آدمی بھجوا کر شرائط کا پتہ لیں گے اور اس کے بعد اگر ہم نے مناسب سمجھا تو ممکن ہے۔ ہم یہ زمین خرید ہی لیں چنانچہ روپیہ جمع ہوا۔ اور ہم نے بعض دوست یہاں زمین دیکھنے اور شرائط وغیرہ معلوم کرنے کے لئے بھجوائے۔ جب ہمارے دوست یہاں آئے اور انہوں نے شرائط معلوم کیں۔ تو اس وقت ان زمینوں سے لوگوں کی اس قدر بے رغبتی تھی کہ گورنمنٹ کی طرف سے جو افسر مقرر تھا۔ اس نے ہماری جماعت کے دوستوں سے کہا کہ اگر احمدی جماعت اس زمین کو آباد کرنے کی کوشش کرے تو ہم اس کو

کمیشن دینے کے لئے

تیار ہیں۔ مجھے جب ان دوستوں نے رپورٹ دی تو

ہیں نے کہا کہ کمیشن کی بجائے اگر وہ کچھ حصہ زمین کا
ہمیں دے دیں تو یہ زیادہ اچھا ہوگا۔ چنانچہ
ہمارے نمائندہ نے اس سے بات کی۔ مگر چونکہ
اس وقت ان زمینوں کو کوئی خاص اہمیت حاصل
نہیں تھی۔ اس لئے فیصلہ ہونے میں تین چار
مہینے لگ گئے۔ اتنے میں کچھ گاہک بھی آنے
لگ گیا۔ اس پر اس افسر نے کہا کہ اب تو ہمارا
یہ ارادہ نہیں کہ کسی کمیشن کے ماتحت یہ زمین
دیں۔ اب ہم اس زمین کو فروخت کرنے یا ٹھیکے
پر دینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس وقت
ہزاروں ایکڑ زمین پڑی تھی۔ اور گورنمنٹ ٹھیکے
پر دے کر بھی خوش ہوتی تھی۔ جو صاحب یہاں
آئے تھے انہوں نے میرے پاس رپورٹ
کی کہ اس اس طرح زمین ملتی ہے۔ اس وقت

ہماری تجویز یہ تھی

کہ دو حصے ٹھیکے پر لئے جائیں اور ایک حصہ خرید
لیا جائے۔ یا ایک حصہ ٹھیکے پر لیا جائے اور
دو حصے خرید لئے جائیں۔ لیکن ان کی اپنی رائے
یہ تھی۔ کہ زمین خریدی نہ جائے صرف ٹھیکے پر لی
جائے۔ انہوں نے کہا میں نے سُنا ہے۔ کہ
سندھ کی زمین کارآمد نہیں۔ اس لئے مناسب
یہی ہے کہ یہ زمین ٹھیکے پر لے لی جائے۔ اس
پر ہماری میٹنگ ہوئی کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے
کچھ لوگوں کی یہ رائے تھی کہ ہمیں یہ زمین خریدنی
چاہیئے ٹھیکے پر نہیں لینی چاہیئے۔ اور

کچھ لوگوں کی یہ رائے تھی

کہ ہمیں یہ زمین ٹھیکے پر ہی لینی چاہیئے خریدنی نہیں چاہیئے
میری رائے دونوں کے درمیان تھی کہ کچھ زمین
خرید لی جائے اور کچھ زمین ٹھیکہ پر لے لی جائے
جن صاحب کی یہ رائے تھی کہ یہ زمین ٹھیکہ پر
ہی لینی چاہیئے۔ انہوں نے جب یہ فیصلہ سنا
تو انہوں نے اپنا حصہ چھوڑ دیا۔ اور صرف ۲۹ حصے
دار رہ گئے۔ حصہ دار صرف سات تھے۔ چنانچہ
ہمارے آدمی یہاں زمین کا انتخاب کرنے کے
لئے آئے اور وہ زمین جہاں اب ڈپٹی سر اسٹیٹ
ہے۔ اس کے متعلق درخواست دے دی گئی۔ کہ ہم
۲۵ ہزار ایکڑ اس جگہ سے لینا چاہتے ہیں۔ یہ
درخواست گورنمنٹ کو بھجوا دی گئی۔ مگر ہفتوں
گذر گئے اس کا کوئی جواب نہ آیا۔ پھر مہینوں گزرے
اور اس کا کوئی جواب نہ آیا۔ جب بہت دیر ہو گئی
تو ہم نے اپنا آدمی بھجوایا کہ پتہ تو لو کہ بات کیا
ہوئی ہے۔ جب وہ متعلقہ افسر سے جا کر ملا۔ تو اس
نے کہا کہ آپ کی درخواست تو پہونچ چکی ہے۔
ذرا ابھی ہم سوچ رہے ہیں۔ مجھے جب یہ جواب
ملا تو

میں حیران ہوا

کہ سارے سندھ میں زمین تقسیم ہو رہی ہے لیکن
ہماری درخواست کا کوئی فیصلہ ہونے میں
ہی نہیں آتا۔ اور کہا جاتا ہے کہ ابھی غور ہو رہا
ہے۔ آخر یہ غور کبھی ختم بھی تو ہونا چاہیئے۔ مگر
اس جواب پر ہم نے پھر انتظار کیا۔ مگر جب
کچھ مدت تک کوئی جواب نہ ملا۔ تو میں نے پھر
اپنا آدمی بھجوایا کہ جا کر پتہ لو کہ ہماری درخواست
کا کیا بنا۔ اسے پھر بھی یہی جواب دیا گیا کہ سوچ
رہے ہیں۔ تب میرے دل میں شبہ پیدا ہوا کہ
ان لوگوں کو زمین دینے میں جو تردد ہے اور
ہماری درخواست کو پیچھے ڈالا جا رہا ہے
اس میں ضرور کوئی بات ہے۔

پنجاب کے گورنر

سر اڈوائر جو ریٹائر ہو کر ولائت جا چکے تھے
ان سے چونکہ دوران ملازمت میں واقفیت
تھی اس لئے خیال ہوا کہ ان کو لکھا جائے۔ کہ
مسٹر ڈو سے جو سندھ کی زمینوں کے افسر تھے
اور اس وقت چھٹی پر انگلستان گئے ہوئے
تھے پوچھ کر حقیقت بتائیں۔ چنانچہ میں نے
انگلستان کے مبلغ کو لکھا کہ اس اس طرح واقعہ
ہوا ہے تم سر اڈوائر سے ملو اور انہیں کہو کہ
ہمارے معاملہ کو اس طرح پیچھے ڈالا جا رہا ہے
اس وقت اتفاقاً ڈو صاحب بھی وہیں موجود
ہیں۔ آپ ان سے مل کر ہمیں بتائیں کہ اس
میں روک کیا ہے۔ اور کیوں ہماری درخواست
کو منظور نہیں کیا جاتا۔ اس وقت انگلستان
میں جو ہمارے مبلغ تھے۔ ان کی اتفاقاً جارج لائڈ
سے بھی واقفیت تھی۔ جنہوں نے

بیرج ورکس کی سکیم

نکالی تھی۔ اور جو کچھ سال پہلے بمبئی کے گورنر
تھے۔ چنانچہ انہوں نے ایک طرف تو میرا پیغام
سر اڈوائر کو دیا اور دوسری طرف خود جارج لائڈ
سے ملے۔ اور اُسے کہا کہ ڈو آیا ہوا ہے آپ
اس سے مل کر پتہ لے دیں کہ ہماری درخواست
کو منظور نہیں کیا جاتا۔ چونکہ لارڈ جارج لائڈ
سے ہمارے مبلغ کے تعلقات معمولی تھے۔ اس
لئے صرف اتنا کہہ دیا کہ میں نے ڈو سے آپ کی
بات کہہ دی ہے۔ اور وہ اس کا خیال رکھے گا
لیکن سر اڈوائر چونکہ پنجاب رہ چکے تھے۔ اور
ہمارے ساتھ اچھے تعلقات رکھتے تھے۔
انہوں نے ہمارے مبلغ سے کہا کہ گو مسٹر ڈو
نے مجھے آپ کو یہ بات بتانے سے منع کیا ہے
مگر چونکہ میرے آپ لوگوں سے گہرے تعلقات ہیں اس
لئے میں وہ بات چھپا نہیں سکتا۔ اور

صاف صاف کہہ دیتا ہوں

کہ وہ زمین آپ کی جماعت کو نہیں مل سکتی۔ وہ
انہوں نے انگریزوں کو دینی ہے۔ مسٹر ڈو نے
مجھے بتایا ہے کہ گورنر بمبئی نے اسے لکھا ہے کہ
مجھے وائسرائے کی چٹھی ملی ہے۔ کہ یہ زمین کسی
اور کو نہ دی جائے۔ بلکہ فلاں انگریز کو دی جائے
اس کے بعد میری کیا طاقت ہے کہ میں اس حکم کو رد
کروں۔ اور یہ زمین انہیں دے دوں۔ لیکن ادھر
ان کی درخواست بھی آئی ہوئی ہے اور ان کی
درخواست پہلے کی ہے۔ اگر ہم اس درخواست
کو رد کر دیں اور انگریزوں کو زمین دے دیں تو
اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ

سارے ہندوستان میں شور

مچ جائے گا کہ انگریز جو غیر ملکی ہیں ان کو تو زمین محض
رسمی مقاطعہ پر دے دی گئی ہے۔ اور خود ہندوستانیوں
کو زمین قیمت پر بھی نہیں دی گئی۔ حالانکہ ان کی
درخواست پہلے کی ہے۔ اس وجہ سے ہم خاموش
ہیں اور ٹلا رہے ہیں تاکہ ایک دن خود ہی یہ تنگ
آکر چلے جائیں اور ہم یہ کہہ سکیں کہ چونکہ اس
زمین کا کوئی اور گاہک نہیں رہا۔ اس لئے ہم
نے یہ زمین انگریز کو دے دی ہے۔ یہ حالات
بتا کر سر اڈوائر نے کہا کہ آپ اس زمین کا خیال
چھوڑ دیں اور کسی اور زمین کے متعلق درخواست
دے دیں۔ جب ہمیں یہ جواب ملا تو ہم نے پھر
اپنے آدمی بھیجے کہ جاؤ اور پھر کسی زمین کا انتخاب
کرو۔ چنانچہ وہ آئے اور انہوں نے اس

زمین کا انتخاب

کیا۔ جہاں اب احمد آباد اور محمود آباد ہیں۔ انہوں
نے لکھا کہ یہ زمین بھی پہلی زمین کے ساتھ ہی ایک
پہلو میں ہے۔ اور ایک ٹکڑا اس کے اگلے رخ
پر ہے۔ اگر آپ چاہیں تو اٹھارہ سو ایکڑ محمود آباد
میں اور اکیس بائیس سو ایکڑ احمد آباد میں خرید لئے
جائیں۔ میں نے کہا اجازت ہے۔ چنانچہ پھر ان دو
ٹکڑوں کے متعلق درخواست دے دی گئی۔ مگر
اس درخواست کے بعد پھر خاموشی طاری
ہو گئی۔ اور جب کوئی عرصہ کے بعد ہم نے یاد دہانی
کرائی۔ تو پھر ہمیں یہی جواب ملا۔ کہ ہم غور کر رہے
ہیں۔ ہم حیران ہوئے۔ کہ یہ عجیب بات ہے کہ
اور سب لوگوں کی درخواستیں منظور کر لی
جاتی ہیں۔ اور جب ہماری درخواست آئے تو
کہا جاتا ہے کہ ابھی ہم غور کر رہے ہیں۔ اس کی تہ
میں ضرور کوئی بات ہے۔ چنانچہ ہم نے اپنا آدمی
بھجوایا کہ وہ افسر انچارج سے ملے۔ اور اس
بارہ میں گفتگو کر کے اس کے خیالات معلوم
کرنے کی کوشش کرے۔ ڈو صاحب کو اس
وقت ترقی مل گئی تھی۔ اور ان کی جگہ مسٹر گورڈوالہ
ایک پارسی کام کر رہے تھے۔ ان کا ایک پی۔ اے
نرائن داس تھا۔ چوہدری فتح محمد صاحب مسٹر گورڈوالہ
سے ملے اور اس سے پوچھا کہ بات کیا ہے۔ اس
نے کہا

بات یہ ہے

کہ اس انگریز نے پھر درخواست دے دی ہے
کہ یہ زمین بھی میرے مطالبہ میں شامل ہے۔ پھر اس
نے کہا کہ میں ہوں تو پارسی لیکن میں سمجھتا ہوں یہ
سخت ظلم ہے کہ انگریزوں کو زمین دے دی جائے
اور آپ لوگ جو اس ملک کے باشندے ہیں۔
آپ کو زمین نہ دی جائے۔ لیکن میرے لئے
کوئی رستہ نکلنا چاہیئے۔ جس پر چل کر میں آپ
لوگوں کا حق آپ کو دلا سکوں۔ اس نے کہا کہ
ڈپٹی سر والوں کا ۲۰ ہزار ایکڑ زمین کا مطالبہ تھا
$17\frac{1}{2}$ ہزار ایکڑ زمین انہوں نے منتخب کر لی ہے
اور $2\frac{1}{2}$ ہزار ایکڑ زمین ابھی باقی ہے۔ وہ کہتے
ہیں کہ جب تک یہ $2\frac{1}{2}$ ہزار ایکڑ بھی ہم منتخب نہ
کر لیں۔ اس وقت تک یہ زمین کسی اور کو نہ دی جائے
جس وقت تک [illegible] اور کو نہ دی جائے۔
جس وقت وہ یہ باتیں کر رہا تھا نرائن داس اس
کے سامنے بیٹھا تھا۔ جب وہ اپنی بات ختم کر چکا
تو نرائن داس کھڑا ہو گیا۔ یہ اس کا پی۔ اے
تھا۔ جسے اس زمانہ میں جٹ لیس کہا کرتے تھے
اس نے کھڑے ہو کر کہا صاحب کیا آپ سچ مچ
ان کو زمین دینا چاہتے ہیں۔ اس نے کہا یہ بالکل
درست ہے میں واقعہ میں ان کو زمین دینا چاہتا
ہوں۔ اور مجھے یہ برا لگتا ہے کہ

انگریز یہ ساری جائداد لے جائیں

مگر میرے لئے کوئی راستہ ہونا چاہیئے۔ جس پر
چل کر میں انہیں زمین دے سکوں۔ نرائن داس
نے کہا اگر آپ سچ مچ ان کو زمین دینا چاہتے ہیں
تو راستہ میں بتا دیتا ہوں۔ چنانچہ اس نے
اپنی میز میں سے ایک چٹھی نکالی۔ جو میجر مینن کی لکھی
ہوئی تھی (یہی انگریز تھے جنہوں نے اس زمین کا
سودا کیا تھا) اور مسٹر گورڈوالہ کو پڑھ کر سنائی
اس چٹھی کا مضمون یہ تھا کہ ہم نے بیس ہزار ایکڑ
کی درخواست دی ہوئی تھی۔ جس میں سے ساڑھے
سترہ ہزار ایکڑ زمین ہم نے چن لی ہے۔ باقی
زمین چونکہ ردی ہے اس لئے ہم وہ نہیں لینا چاہتے
جب اس نے یہ چٹھی نکال کر دکھائی۔ تو مسٹر گورڈوالہ
نے کہا کہ لاؤ کاغذ ابھی میں ان کی زمین کی

منظوری دیتا ہوں

اب مجھے قانونی حق حاصل ہو گیا ہے جس کی بناء پر
میں ڈپٹی سر کی درخواست کو رد کر سکتا ہوں چنانچہ
اس نے کاغذات پر دستخط کئے۔ اور یہ زمین ہمیں
مل گئی۔ بعد میں ہمیں پتہ لگا۔ کہ میجر ورمینن نے جو
اپنے نمائندے اس زمین کو دیکھنے کے لئے بھجوائے
تھے انہوں نے اپنے گھوڑے سامنے کی طرف
ڈالنے کی بجائے پیچھے کی طرف سے ڈالے۔ چنانچہ
جب وہ محمود آباد کے پاس پہنچے (واد کی زمین
محمود آباد کے ساتھ ہی لگتی ہے) تو اتفاقاً وہاں
کچھ ردی زمین تھی۔ انہوں نے اس ٹکڑا کو دیکھتے

ہی اپنے گھوڑے موڑ لئے۔ اور پھر وہ آگے گئے ہی نہیں۔ انہوں نے یہی خیال کر لیا کہ یہ سب زمین ردی اور ناقابل کاشت ہے۔ ادھر احمد آباد کے پاس انہوں نے سڑک کے پاس سے زمین دیکھنی شروع کی۔ تو وہ حصے ان کے سامنے آئے جیسے اٹھارہ دار کورس والی زمین ہے اور اس کو بھی انہوں نے ردی قرار دے دیا۔ اس طرح گرمچھ کے منہ سے یہ لقمہ بچا۔ اس کے بعد گورنمنٹ سے کچھ

اور زمین خریدی گئی

چنانچہ اب ۲۲ سو ایکڑ محمود آباد میں اور ۲۲ سو ایکڑ ہی احمد آباد میں ہے۔ یہ ایک نشان تھا جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے ظاہر ہوا۔ کہ پہلے اس نے بتایا کہ سندھ میں ایک موقع نکلنے والا ہے۔ جو ہماری جماعت کی ترقی کا ایک ذریعہ ہوگا۔ اور مجھ سے رویا میں دعا کروائی۔ اور اس کے بعد انگریزوں سے ٹکر ہوئی اور وائسرائے تک نے سفارش کی۔ مگر اتنی مخالفت کے باوجود اللہ تعالےٰ نے ان کے منہ سے نکال کر یہ زمین ہمیں عطا کی اور محمود آباد اور احمد آباد میں ہمیں زمین مل گئی۔ اس کے بعد

ایک نئی صورت

یہ نکلی کہ ناصر آباد میں لاہور کے دو زمیندار آئے۔ اور انہوں نے وہ زمین خرید لی۔ مگر اس کے بعد ان دونوں میں لڑائی ہو گئی۔ اس پر ان دونوں میں سے ایک شخص قادیان میں میرے پاس آیا۔ اور اس نے کہا کہ میں اپنا حصہ فروخت کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ میں نے اس سے زمین خرید لی۔ دوسرے حصہ دار نے اپنا حق گورنمنٹ کو واپس کر دیا۔ کہ میں اس زمین کی قیمت نہیں دے سکتا۔ جب اس نے گورنمنٹ کو یہ زمین واپس کی۔ تو اتفاقاً اس وقت ہمارا ایک عزیز وہاں موجود تھا۔ اس نے فوراً یہ زمین خرید لی۔ جس سے میں نے بوجہ ہمسائیگت یہ زمین خود لے لی۔ اور اس طرح ناصر آباد کی آبادی کی صورت پیدا ہوئی۔

محمد آباد کی زمین

اس طرح ملی کہ یہ حصہ کسی نے شروع میں پانچ سال کے مقاطعہ پر لیا ہوا تھا۔ تحریک نے اس مقاطعہ کے دوران میں ہی اس زمین کی قیمت داخل کر دی اور کہا کہ جب یہ مقاطعہ ختم ہو۔ تو پھر یہ زمین ہماری ہو گی۔ چنانچہ مقاطعہ کے ختم ہونے پر محمد آباد کی زمین تحریک جدید کو مل گئی۔ اس طرح صدر انجمن احمدیہ تحریک جدید اور بعض دوسرے احمدیوں کی ایک بہت بڑی جائیداد سندھ میں بن گئی۔ اس وقت یہ حالت تھی۔ کہ جب ہم نے یہ زمین لی۔ تو ہم نے اپنی جماعت کے دوستوں سے بار بار کہا۔ کہ یہ زمین خرید لو۔ مگر اس وقت ایک ایکڑ کی درخواست بھی کسی کی طرف سے نہ آئی۔ اس وقت صرف میں نے چھ سو ایکڑ زمین

خریدی تھی۔ مگر اتفاق ایسا ہوا۔ کہ شروع میں گھاٹا ہونا شروع ہوا۔ اس پر ایک بیوہ جو حصہ دار تھی۔ اس نے کہا کہ میں اس گھاٹے کو برداشت نہیں کر سکتی۔ اور اس نے اپنی

اڑھائی سو ایکڑ زمین

میرے پاس فروخت کر دی۔ اس کے بعد ایک اور ساتھی گھبرا گیا اور اس نے بھی اپنا اڑھائی سو ایکڑ میرے پاس فروخت کر دیا۔ غرض مختلف حصہ داروں نے گھبرا گھبرا کر اپنی زمین بیچنی شروع کر دی۔ اس طرح محمود آباد میں جو نئی زمین خریدی گئی تھی وہ بھی اور کچھ پرانی زمین بھی میرے پاس آ گئی۔ گویا جماعت کی بے توجہی کے باوجود اور گورنمنٹ کی مخالفت کے باوجود اللہ تعالےٰ نے ایسے سامان پیدا کر دیئے کہ یہاں ایک بہت بڑی جائیداد ہماری جماعت کی قائم ہو گئی۔ اس دوران میں نواب عبد اللہ خاں صاحب جو پہلے اس بات کی تائید میں تھے کہ صرف مقاطعہ پر زمین لینی چاہیئے خریدنی نہیں چاہیئے۔ انہیں چونکہ ادھر بار بار آنا پڑا۔ اور افسروں سے ان کے تعلقات ہو گئے۔ اس لئے گورنمنٹ نے انہیں نواب شاہ میں مقاطعہ پر زمین دے دی۔

نصرت آباد کی زمین

اس وقت کسی اور کے پاس مقاطعہ پر تھی۔ وہ غریب خاندان میں سے تھا۔ جب روپیہ آیا۔ تو اس نے بے تحاشا اس روپیہ کو لٹانا شروع کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وہ مقروض ہو گیا۔ اور گورنمنٹ کو قسطیں ادا نہ کر سکا۔ اس پر اس نے چاہا کہ کسی اور سے اس زمین کا تبادلہ کر لے۔ نواب عبد اللہ خاں صاحب کو جب یہ معلوم ہوا۔ تو وہ اس سودے میں کود پڑے۔ کیونکہ انہیں یہ فائدہ نظر آیا۔ کہ اس طرح ہم سب احمدی ایک جگہ اکٹھے رہیں گے۔ چنانچہ اس نے نواب شاہ والی زمین لے لی اور میاں عبد اللہ خاں صاحب نے نصرت آباد والی زمین لے لی۔ اس عرصہ میں ڈینی سر نے یہاں

ایک فیکٹری بنائی

ہم نے انہیں کہا کہ ہمیں بھی اس فیکٹری میں شامل کر لو۔ یہ فیکٹری کپاس بیلنے والی تھی۔ انہوں نے ایسی شرطیں پیش کر دیں۔ جن کے نتیجہ میں انہیں تو ہم سے فائدہ پہنچ سکتا تھا مگر ہمیں کوئی فائدہ نہیں تھا لیکن ہم نے کہا بہت اچھا ہمارا حصہ ڈال لو۔ چنانچہ اس پر ہمارے دوست ان سے ملے اور وہ ہمارے دوستوں سے ملے۔ انہوں نے ہمیں اپنے پاس بلوایا۔ اور ہم نے ان کی دعوت کی۔ اور اس موضوع پر گفتگو شروع ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ آپ ہمیں دو لاکھ روپیہ دے دیں۔ اور اس کے بعد جو آمد ہو۔ اس

میں سے چھ آنے آپ کے اور دس آنے ہمارے ہوں گے۔ ہم نے دوستوں سے مشورہ کیا۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ ایک لاکھ میں تو یہ پریس لگائیں گے۔ اور ایک لاکھ ان کے باقی سارے کارخانہ کی قیمت ہے۔ گویا یہ چاہتے ہیں کہ ان کے کارخانہ کی قیمت بھی انہیں مل جائے پریس بھی لگوائیں۔ اور پھر ہمارے روپیہ سے ہی تجارت کر کے چھ آنے ہمیں دے دیں۔ اور دس آنے اپنے پاس رکھیں۔ چنانچہ ہم نے ان پر زور دیا۔ کہ ان شرطوں کو کچھ نرم کیا جائے۔ مگر انہوں نے شرطیں نرم نہ کیں۔ اس پر خدا تعالےٰ نے میرے دل میں تحریک پیدا کی کہ

کنری میں جگہ لو

اور وہاں اپنا کارخانہ بناؤ۔ چنانچہ کنری میں ہم نے اس وقت کارخانہ بنا لیا ہے۔ جب وہاں ایک جھونپڑی بھی نہیں تھی۔ ہمارے کارخانے کی بدولت ہی یہ کنری مشہور ہوا ہے۔ اس طرح خدا تعالےٰ نے اپنے فضل سے ہمیں کارخانہ بھی دے دیا۔ اور پھر اس کارخانہ کی وجہ سے وہاں آبادی ہو گئی۔ ...[illegible] ...ہی سردوں میں بھی جو آبادی ہوئی وہ اسی ...[illegible] ...اور جس دن خدا تعالےٰ نے ہمیں بھی سردوں میں دکانیں اور مکان بنانے کی توفیق عطا فرما دی تم دیکھو گے کہ یہ بھی

ایک اچھا خاصہ شہر

بن جائے گا۔ صرف دو جگہیں باقی رہ گئی ہیں۔ ایک ناصر آباد اور ایک محمد آباد۔ ناصر آباد تو ریل سے دو میل پر ہے لیکن محمد آباد سٹیشن سے قریب ہے۔ اور گو ابھی وہاں کوئی شہر نہیں۔ لیکن اب اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایسے سامان پیدا ہو رہے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹالی بھی عنقریب شہر بننے والا ہے۔ یہ ایک الٰہی تصرف تھا۔ جس کے ماتحت اس علاقہ میں ہمیں اتنی بڑی زمین مل گئی۔ ہمارے ملک میں ایک گاؤں عموماً پانچ سو ایکڑ میں بسایا جاتا ہے۔ اور یہاں ہماری جماعت کے افراد صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کی جو زمین ہے۔ اگر اس کو جمع کیا جائے تو اکیس ہزار ایکڑ بنتی ہے۔ گویا اگر ہم پنجاب کے نمونہ پر یہاں گاؤں بسانا چاہیں تو ۴۲ گاؤں بسا سکتے ہیں۔ پھر ہماری یہ زمین

ریلوے لائن کے قریب

ہے۔ اور ہماری اپنی جننگ فیکٹری اور پریس وغیرہ ہے۔ غرض ایک بہت بڑی جائیداد ہے۔ جو اللہ تعالےٰ نے ہمیں عطا فرمائی ہے۔ گو بدقسمتی سے ہم اپنی اس جائیداد کو ابھی تک ایسے رنگ میں نہیں لا سکے۔ کہ سلسلہ کو معقول آمد ہو سکے۔ کئی سال کے بعد اب صدر انجمن کا زمینی قرضہ اترا ہے۔ مگر تحریک کا ابھی آٹھ لاکھ کے قریب قرض باقی ہے۔ اس کی زمین کی قیمت زیادہ

تر چندوں سے ادا کی گئی۔ اور کچھ اسی زمین کی آمد سے اور کچھ دوستوں سے قرض لے کر۔ ان زمینوں سے زیادہ اچھی آمد نہ ہونے میں کچھ ہمارے انتظام کے نقص کا بھی دخل تھا۔ کیونکہ شروع میں ہمیں ایسے کارکن ملے جو زیادہ تجربہ کار نہیں تھے مگر اب بظاہر حالات ایسے نظر آتے ہیں۔ کہ اگر اللہ تعالےٰ نے چاہا۔ تو

ان زمینوں سے زیادہ آمد

شروع ہو جائے گی۔ کیونکہ کچھ تو اخراجات پر تصرف کر لیا گیا ہے۔ اور کچھ زمین اس طرح درست ہو گئی ہے کہ اب آسانی سے اس کی نگرانی کی جا سکتی ہے۔ ٹیلے وغیرہ کاٹ دیئے گئے ہیں۔ گڑھے پر کر دیئے گئے ہیں۔ جھاڑیاں ہٹا دی گئی ہیں۔ اور ایسی صفائی ہو گئی ہے کہ اب ایک نظر ڈال کر سب زمین کو دیکھا جا سکتا ہے

جب میں پہلی دفعہ یہاں آیا ہوں۔ تو اس وقت اس علاقہ میں ریلوے لائن نہیں تھی۔ ہم جھڈو سٹیشن پر اترے۔ اور گھوڑوں پر سوار ہو کر یہاں آئے۔ اس وقت یہاں جنگل کی یہ حالت تھی۔ کہ ہم حیدر آباد سے ایک موٹر اپنے ساتھ لے آئے تھے۔ میرپور خاص کی بھی اس وقت کوئی حیثیت نہیں تھی۔ جب ہم احمد آباد سے محمود آباد گئے۔ تو ہم نے ایک آدمی موٹر میں پہلے بھجوا دیا۔ کہ وہ ہمارے پہنچنے سے پہلے دوستوں کو ہمارے آنے کی اطلاع دے دے۔ تھوڑی دور تک جانے کے بعد اس نے موٹر ٹھہرایا۔ اور واپس آ کر کہا کہ کیا آپ کی طرف سے ہم وہاں یہ بھی کہہ دیں۔ کہ آپ کے پہنچنے سے پہلے دستر خوان پر کھانا لگا دیا جائے کیونکہ اس وقت آپ کو بھوک لگی ہوئی ہو گی۔ میں نے کہا کہہ دیا جائے۔ مگر اس وقت

رستوں کی یہ کیفیت تھی

کہ موٹر دو گھنٹہ بعد پہنچا۔ اور ہم گھوڑوں پر اس سے پہلے پہنچ گئے۔ جب موٹر وہاں پہنچا۔ تو میں نے ان سے مذاقاً کہا کہ آپ نے تو ہمارے لئے کھانا نہیں لگوایا۔ مگر ہم نے آپ کے لئے کھانا لگا رکھا ہے۔ پھر محمود آباد کے جنگل کی اس قدر خطرناک حالت تھی۔ کہ رات کو کوئی شخص اکیلا پاخانہ کے لئے نہیں جا سکتا تھا بلکہ تین آدمی مل کر جاتے تھے۔ ایک پاخانہ پھرتا تھا۔ اور دوسرا ہاتھ میں لالٹین لئے اس کے پاس دو تین گز پر کھڑا رہتا تھا۔ اور پھر اس سے پچاس یا سو گز کے فاصلہ پر ایک اور شخص اپنے ہاتھ میں لالٹین لئے کھڑا ہوتا تھا۔ اور پھر تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد ایک دوسرے کو آواز دیتے تھے۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ وہ زندہ بھی ہے یا نہیں۔ کیونکہ

کثرت کے ساتھ سانپ

ہوا کرتے تھے۔ اور کئی ایسے زہریلے ہوتے تھے

کہ ادھر سانپ کاٹتا تھا۔ اور ادھر وہ شخص مر جاتا تھا۔ ہمارے آنے سے چند دن پہلے ہی یہاں ایک تحصیلدار دورہ کے لئے آیا۔ وہ کرسی پر بیٹھ کر کام کرتا رہا۔ جب وہ تھک گیا۔ تو اُس نے اپنا پاؤں نیچے لٹکایا۔ مگر ادھر اُس نے اپنا پاؤں زمین پر رکھا اور اُدھر فوراً اُسے کسی سانپ نے ڈس لیا اور وہ مر گیا۔ غرض یہ حالت تھی اس علاقہ کی۔ مگر اب یہ حالت ہے کہ لائل پور اور سرگودھا کی طرح یہ علاقہ بھی ترقی کر رہا ہے۔ اور آٹھ دس سال کے بعد کسی کو خیال بھی نہیں رہے گا۔ کہ یہاں جنگل ہوا کرتا تھا۔ اور لوگ اس علاقہ میں آتے ہوئے اور رات کو باہر نکلتے ہوئے ڈرا کرتے تھے۔ ہمارا کوئی دورہ محمود آباد اور احمد آباد کا ایسا نہیں ہوا کرتا تھا جس میں ہمیں سانپ کاٹے کا علاج نہ کرنا پڑا ہو۔ مگر اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت ہی شاذ کوئی اب کیس ہوتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس جگہ کو

ایک نشان کے طور پر

بنایا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مکہ کی بنیاد رکھوائی۔ اور ان سے یہ دعا کروائی۔ کہ اے خدا تو اس وادی غیر ذی زرع کو برکت دے۔ اور یہاں ایسے لوگ آئیں۔ جو تیرے دین کی خدمت کرنے والے ہوں۔ اسی کے نمونہ اور نقش قدم پر خدا تعالیٰ نے یہ نشان دکھایا ہے۔ اور ہمیں ایسی جگہ لے آیا۔ جہاں پہلے آنے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ ایسی جگہ لے آیا جہاں گورنمنٹ تک ہمیں زمین دینے کی مخالف تھی۔ اور ایسی جگہ لے آیا جہاں اس وقت ریل تک بھی نہیں تھی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے

اس مقام کو برکت دی

اور جب ریل گذری تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ماتحت ریل کی پٹڑی ایسی جگہ رکھی گئی کہ ہر جگہ ہماری ہی زمینیں ریلوے لائن کے قریب آئیں۔ اور ڈینی سر والے پیچھے رہ گئے۔ چنانچہ احمد آباد کی زمین نبی سر روڈ کے قریب ہے۔ جو ریلوے سٹیشن ہے۔ محمد آباد کی زمین کے قریب ٹالی سٹیشن بنا اور محمود آباد کے قریب کنری کا سٹیشن بنا۔ اور ناصر آباد کے قریب کنجیجی کا سٹیشن بنا۔ غرض ریل بھی گذری تو ایسی طرز پر کہ وہ ہماری زمینوں کو طاقت دیتی چلی گئی۔ یہ ایک الٰہی نشان ہے۔ جو ظاہر ہوا۔ اور جس کی اہمیت ہماری جماعت کے افراد کو اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے۔ احمد آباد میں جب ہم پہلی دفعہ آئے۔ تو یہاں صرف دو کمرے تھے۔ جن میں مینیجر رہا کرتا تھا۔ اور باقی لوگ جھونپڑوں میں رہا کرتے تھے۔ پھر اس سال جب ہم ناصر آباد میں گئے۔ تو میرے ٹھیرنے کے لئے جو جگہ بنائی گئی۔ وہ ایک درخت کے نیچے تھی۔ گھاس پھونس کی چھت ڈال کر ایک جھونپڑا سا بنا لیا گیا تھا جس میں نے

رہائش اختیار کی مگر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے

دیکھتے ہی دیکھتے

ہماری حالت بدل دی۔ اور مکان بھی بن گئے۔ اور احمدی مزارعین بھی آ گئے۔ مگر یہ دولت اور زمین اسی وقت مفید ہو سکتے ہیں۔ اور یہ احمدی اسی وقت بابرکت ہو سکتے ہیں۔ جب یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کے کام آئے۔ صرف ہمارے کام آنا ہمارے لئے کسی خوشی کا موجب نہیں ہو سکتا۔ یوں تو عیسائیوں کے پاس سے بھی بڑی جائیدادیں ہیں۔ ہندوؤں کے پاس بھی بڑی جائیدادیں ہیں یہودیوں کے پاس بھی بڑی جائیدادیں ہیں اور اسی طرح اور کئی قوموں کے پاس بڑی جائیدادیں ہیں اگر اسی رنگ میں ہمارے پاس بھی کچھ جائیدادیں ہو جائیں تو یہ ہمارے لئے کسی فخر کا موجب نہیں ہو سکتیں۔ ہماری جائیدادیں ہمارے لئے تبھی فخر کا موجب ہو سکتی ہیں۔ اور تبھی ہم ان کے ملنے پر خوشی محسوس کر سکتے ہیں۔ جب وہ خدا کے کام آئیں۔ اور

خدا تعالیٰ کے کام

ہمارے اموال اور ہماری جائیدادیں اسی رنگ میں آ سکتی ہیں۔ جب ہم لوگوں کے دلوں کو خدا تعالیٰ کی طرف مائل کر سکیں۔ ان کے کینہ اور بغض کو دور کر سکیں۔ اور وہ خود ہم سے حقیقت حال معلوم کرنے کی کوشش کریں۔ اور جب وہ ہمارے قریب آئیں۔ تو ہمارے عملی نمونہ کو دیکھ کر ان کے دل بالکل صاف ہو جائیں۔ بغض ان کے دلوں سے نکل جائے اور وہ صداقت کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ پھر یہاں کی زمین اس طرح بھی خدا کے کام آ سکتی ہے۔ کہ یہ زمین ہمیں اتنا نفع دینے لگے کہ اس کی آمد سے ہم بیرونی ممالک میں اور زیادہ تبلیغی مشن قائم کر دیں۔ ہمارے بیسیوں مشن عیسائی ممالک میں ہوں۔ بیسیوں مشن ہندوستان میں ہوں۔ بیسیوں مشن سکھوں میں کام کر رہے ہوں۔ بیسیوں مشن چینیوں میں کام کر رہے ہوں۔ بیسیوں مشن جاپانیوں میں کام کر رہے ہوں۔ غرض

تمام دنیا میں اشاعت اسلام

ہو رہی ہو۔ اور ہر جگہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام بلند کیا جا رہا ہو۔ مگر ابھی یہ زمینیں ہمیں اتنا نفع نہیں دے رہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ پنجاب سے دسواں حصہ کم روپیہ یہ زمینیں ہمیں دے رہی ہیں۔ پنجاب میں ایک مربع عام طور پر اڑھائی ہزار روپیہ سالانہ ٹھیکہ پر چڑھتا ہے۔ ہمارے ایک دوست ہیں جن کے سات مربعے ہیں اور وہ سات مربعے ۲۱ ہزار روپیہ ٹھیکے پر چڑھے ہیں۔ تحریک جدید کا سندھ میں چار سو مربع ہے۔ اس لحاظ سے بارہ

لاکھ سالانہ کی آمدن ہونی چاہیئے۔ لیکن ان زمینوں نے صرف پچھلے دو سالوں میں ایک لاکھ روپیہ دینا شروع کیا ہے۔ غرض پنجاب اور سندھ کی زمینوں کا آپس میں کوئی مقابلہ ہی نہیں۔ وہاں بعض دفعہ ایک ایک مربع پانچ پانچ سات سات ہزار روپیہ پر بھی چڑھ جاتا ہے۔ اگر پانچ ہزار روپیہ پر یہاں بھی ایک مربع چڑھے تو تحریک جدید کو بیس لاکھ روپیہ اور اگر سات ہزار پر چڑھے تو ۲۸ لاکھ روپیہ ملنا چاہیئے۔ مگر ہمیں صرف ایک لاکھ روپیہ ملتا ہے۔ پس جہاں تک

آمد کا سوال ہے

یہاں کی زمینوں کی آمد پنجاب کی آمد کے پاسنگ بھی نہیں۔ بلکہ پنجاب کی آمد کے مقابلہ میں بیسواں حصہ بھی نہیں۔ جتنی زمین سے وہاں بیس روپے کمائے جاتے ہیں اتنی زمین سے یہاں ایک روپیہ بھی نہیں کمایا جا سکتا۔ پس وہ دن تو ابھی دور ہے جب اس زمین سے ہمیں اس قدر نفع حاصل ہونا شروع ہو جائے۔ کہ ہم دنیا کے گوشہ گوشہ میں اپنے تبلیغی مشن قائم کر سکیں۔ لیکن ہم اتنا تو کر سکتے ہیں کہ اس نشان کی طرف لوگوں کو توجہ دلائیں۔ اور انہیں بتائیں کہ اس زمانہ میں صرف احمدیت ہی

خدا تعالیٰ کے زندہ نشانات

کو پیش کرتی ہے۔ اور اس کے ساتھ وابستگی انسان کے اندر حقیقی تقویٰ پیدا کرتی اور اس کا خدا سے سچا تعلق پیدا کر دیتی ہے۔

حقیقت یہ ہے

کہ سچائی کے لئے کسی بڑی نمائش کی ضرورت نہیں ہوتی۔ سچائی انسان کے عمل سے ثابت ہو جاتی ہے۔ اور خواہ کتنا ہی کسی کو دبایا جائے کتنا ہی کسی کو مٹایا جائے اگر اس کے دل میں نور ہو تو وہ کبھی چھپ نہیں سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

سنایا کرتے تھے

کہ ایک شخص کے دل میں ریا تھا۔ اس نے مسجد میں رات دن عبادت شروع کر دی تاکہ کسی طرح وہ لوگوں میں ولی مشہور ہو جائے۔ لیکن باوجود سارا دن عبادت کرنے اور ہر وقت مسجد میں رہنے کے جب وہ مسجد سے باہر نکلتا تو لڑکوں نے اس سے مذاق کرنا اور عورتوں نے بھی اس کی طرف انگلیاں اُٹھا کر کہنا کہ یہ بڑا منافق انسان ہے اس کے دل کے کسی گوشہ میں بھی ایمان نہیں پایا جاتا محض ریاکاری کے لئے نمازیں پڑھتا ہے۔ یہاں تک کہ چھ سات سال گذر گئے۔ وہ برابر لوگوں میں بزرگ اور ولی مشہور ہونے کے لئے نمازیں پڑھتا رہا۔ اور لوگ اسے منافق اور ریاکار کہتے رہے۔ آخر سات سال گزرنے پر اُسے خیال آیا کہ میں نے تو اپنی عمر برباد کر دی۔ جس چیز کو حاصل کرنے

کیلئے میں نمازیں پڑھتا رہا۔ وہ اب تک مجھے حاصل نہیں ہوئی۔ میں چاہتا تھا۔ کہ لوگوں میں ولی مشہور ہو جاؤں مگر لوگ مجھے منافق اور ریاکار کہتے رہے۔ اب میں اس بے ایمانی کو چھوڑتا ہوں۔ اور خالص اللہ تعالیٰ کیلئے عبادت کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ جنگل میں چلا گیا۔ اس نے وضو کیا۔ اور پھر نماز میں کھڑے ہو کر

اللہ تعالیٰ سے دعا

کی۔ کہ الٰہی اتنے عرصہ تک میں نے بناوٹی ولی بننے کی کوشش کی۔ مگر نہ میں بناوٹی ولی بنا اور نہ ہی مجھے تو ملا۔ اب دنیا دار مجھے جو چاہیں کہیں مجھے ان کی پرواہ نہیں۔ میں صرف تیری رضا کے لئے نمازیں پڑھوں گا۔ اور صرف تجھ سے تعلق رکھوں گا۔ اس کے بعد وہ مسجد میں آیا۔ اور اس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے سچے دل سے عبادت شروع کر دی۔ ابھی اُس کے عزم پر چوبیس گھنٹے بھی نہیں گزرے تھے۔ کہ لوگ اُس کی طرف انگلیاں اُٹھا کر اشارہ کرنے لگے۔ کہ یہ تو بڑا بزرگ ہے۔ اس کے چہرے سے تو خدا تعالیٰ کا نور ظاہر ہوتا ہے۔ تو جب کوئی خدا کا ہو جائے۔ تو لوگ اسے تبلیغ سے خواہ کتنا روکیں۔ آپ ہی آپ تبلیغ ہوتی چلی جاتی ہے۔ کیونکہ اس کا منہ بتا رہا ہوتا ہے۔ کہ اس پر

خدائی نور چمک رہا ہے

لوگ ایک دوسرے کو اس کی طرف آنے سے روکتے ہیں۔ مگر خدا آپ لوگوں کے دلوں میں تحریک کرتا ہے اور اُنہیں ہدایت کے قبول کرنے کے لئے کھینچ کر لے آتا ہے۔ اور جب خدا کسی کو آپ تحریک کرے۔ تو اور کون ہے جو اسے روک سکے۔ یہ لوگ زید کو کہہ سکتے ہیں۔ کہ تم کسی کو مت تبلیغ کرو۔ اور زید اس ہدایت کی پابندی کرے گا۔ لیکن جب خدا کسی سے کہیگا کہ جا اور زید سے جا کر پوچھ کہ یہ کیا بات ہے تو وہ اس شخص کو زید کے پاس آنے سے کس طرح روک سکینگے وہ تو کہے گا کہ مجھے خدا نے تمہاری طرف بھیجا ہے۔ میں اس وقت تک یہاں سے نہیں ہلوں گا جب تک میں تم سے دریافت نہ کر لوں کہ وہ کیا چیز ہے جو تم دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہو۔ دنیا میں کوئی انسان ساری دنیا پر حکومت نہیں کر سکتا وہ اس کے صرف ایک حصہ پر حکومت کر سکتا ہے وہ اپنے صرف ایک ٹکڑے پر حکومت کر سکتا ہے وہ ایک وقت کے لئے ساری دنیا کی کچھ چیزوں پر بھی حکومت کر سکتا ہے لیکن ساری دنیا میں ساری چیزوں پر ہمیشہ کیلئے صرف

خدا ہی کی حکومت

ہوتی ہے۔ کسی یورپین فلاسفر نے یہ ایک نہایت ہی سچی بات کہی ہے کہ تم دنیا کے ایک حصہ کو ہمیشہ کے لئے دھوکا دے سکتے ہو۔ تم ساری دنیا کو کچھ دنوں کیلئے بھی دھوکا دے سکتے ہو۔ لیکن تم ساری دنیا کو ہمیشہ کیلئے دھوکا نہیں دے سکتے۔ جس طرح یہ ایک بہت بڑی سچائی ہے۔ جو اس نے بیان کی۔ اسی طرح یہ بھی اس سے کم سچائی نہیں۔ کہ انسان دنیا کے کچھ حصوں پر لمبے عرصہ کیلئے حکومت

کر سکتا ہے۔ انسان ساری دنیا پر کچھ دنوں کیلئے حکومت کر سکتا ہے۔ لیکن سارے انسانوں پر اور ساری دنیا ہمیشہ کے لئے خدا کی ہی حکومت ہوتی ہے اسلئے کوئی سچائی نہیں جسے دنیا کی کوئی حکومت روک سکے۔ کوئی سچائی نہیں جسے دنیا کی کوئی بادشاہت دبا سکے کیونکہ جب خدا کے قبضہ میں سب دل ہیں۔ اور وہ خود انسانی قلوب پر قابض اور متصرف ہے۔ اور وہ آپ کسی سے کہے۔ کہ جاؤ۔ اور اس ہدایت کو تسلیم کرو۔ تو کونسی چیز ہے۔ جو اس کو ہدایت پانے سے روک سکتی ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے زمانہ میں ایک شخص نے سنا کہ مکہ میں کسی شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اس نے اپنے بھائی سے کہا کہ جاؤ اور تحقیقات کر کے آؤ۔ کہ یہ کیا بات ہے۔ وہ مکہ میں آیا۔ تو قریش اور دوسرے بڑے بڑے سردار اُس سے ملے اور اس سے پوچھا کہ تم مکہ میں کس طرح آئے ہو۔ اُس نے کہا۔ میں اس لئے آیا ہوں۔ کہ اُس شخص سے ملوں۔ جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اور اس کے حالات دریافت کروں۔ اُنہوں نے کہا۔ کہ تم بھی عجیب آدمی ہو۔ کہ اتنی دور سے اُس کے حالات معلوم کرنے کیلئے آگئے۔ وہ تو پاگل ہے۔ اور اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ ہم اُس کے رشتہ دار ہیں اور اس کے حالات کو خوب جانتے ہیں۔ وہ تو بڑا فریبی اور ٹھگ انسان ہے۔ تم اس کے پاس جا کر اپنے وقت کو کیوں ضائع کرتے ہو۔ تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ تم واپس چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ

مکہ سے واپس آگیا

اُس کے بھائی نے اُس سے پوچھا کہ سناؤ تم نے کیا تحقیقات کی۔ اُس نے کہا۔ وہ تو ایک ٹھگ اور فریبی انسان ہے۔ بھائی نے کہا تمہارے پاس اسکی کیا دلیل ہے؟ کیا تم خود اس شخص سے ملے تھے۔ اور اس سے تم نے باتیں کی تھیں۔ اس نے کہا۔ میں تو نہیں ملا مگر مجھے اس کے رشتہ دار مل گئے تھے۔ اُن سے میں نے دریافت کیا۔ تو اُنہوں نے بتایا کہ وہ بڑا دھوکے باز انسان ہے۔ اس لئے میں اس کے پاس گیا ہی نہیں۔ اس کے بھائی کے دل میں تقویٰ تھا۔ اُس نے جب یہ بات سُنی۔ تو اپنے بھائی کو ڈانٹا۔ اور کہا کہ تجھے شرم نہیں آتی۔ تو نے دوسروں کی بات پر اعتبار کر لیا۔ اور واپس آگیا۔ تجھے تو اسلئے بھجوایا گیا تھا۔ کہ تو خود جا کر اپنے کانوں سے اُس کی باتیں سُنے اور اپنی آنکھوں سے اُسکے حالات دیکھے نہ یہ کہ جو کچھ لوگ کہتے ہیں۔ تم اسے سُن کر واپس آجائے یہ تو ہم یہاں بیٹھے بھی جانتے ہیں کہ لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ اور اُسے بُرا بھلا کہتے ہیں۔ اب میں خود جاؤں گا۔ اور اُس کے حالات معلوم کر کے آؤں گا۔ چنانچہ وہ خود مکہ میں گیا

مکہ میں داخل ہوتے ہی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف رشتہ دار اُسے مل گئے۔ اور انہوں نے پوچھنا شروع کر دیا کہ کہاں سے آئے ہو۔ اور مکہ میں تمہارا کیا کام ہے۔ اس نے کہا۔ میں فلاں قبیلہ سے آیا ہوں اور یہاں مجھے ایک ضروری کام ہے۔ انہیں شبہ پڑ گیا۔ کہ کہیں یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کیلئے ہی نہ آیا ہو۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ اچھا ہم تمہیں ایک بات بتا دیتے ہیں تم یہاں جس کام کیلئے آئے ہو۔ وہ تو بے شک کرو۔ لیکن اتنا ضرور یاد رکھنا کہ یہاں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ تمہیں مل جائے اور تمہیں ورغلانے کی کوشش کرے۔ تم اس کے پھندے میں نہ پھنسنا وہ بڑا چالباز اور فریبی انسان ہے اور ہم اسکے حالات کو خوب جانتے ہیں۔ ہمارا وہ قریبی رشتہ دار ہے۔ اور ہم جانتے ہیں۔ کہ وہ ٹھگی کر رہا ہے چنانچہ اس بات کو مزید پختہ بنانے کیلئے کسی نے کہا کہ میں اس کا چچا ہوں۔ کسی نے کہا کہ میں اُسکی پھوپھی کا بیٹا ہوں۔ کسی نے کہا کہ میں اُس کا بھائی ہوں۔ اور ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ اُس نے محض

ایک دکان کھولی ہے

اور چاہتا ہے کہ کسی طرح لوگ اُس کے پھندے میں پھنس جائیں۔ اور اُسے عزت اور شہرت حاصل ہو جائے۔ اُس نے کہا آپ تسلی رکھیئے۔ میں ایسا بیوقوف نہیں ہوں کہ اُس کی باتوں میں آجاؤں۔ جب اس نے مکہ والوں کی مخالفت دیکھ لی اور اُس نے سمجھ لیا کہ ان لوگوں کو آپ سے بلاوجہ تبر ہے۔ تو اُس نے مناسب سمجھا کہ اس بارہ میں مزید احتیاط کی جائے اور کسی شخص سے کچھ دریافت نہ کیا جائے۔ صرف اپنے طور پر اُس شخص کو تلاش کرنے کی کوشش کی جائے چنانچہ اُس نے بازاروں میں اور گلیوں میں گھومنا شروع کیا کہ شاید اُسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہیں نظر آجائیں مگر آپ اُسے کہیں دکھائی نہ دیئے۔ مکہ میں ان دنوں چونکہ شدید مخالفت تھی اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اُم ہانی رضؓ کے گھر میں بیٹھ کر تبلیغ کا کام کیا کرتے تھے۔ اسلئے باوجود سارا دن باہر پھرنے کے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں کامیاب نہ ہوسکا شام کے قریب اُسے

حضرت علی رضؓ

ملے اور اُنہوں نے کہا کہ آج میں نے تمہیں سارا دن مکہ کا چکر لگاتے دیکھا ہے کیا تمہیں یہاں کچھ کام ہے۔ اُس نے کہا کام تو ہے مگر ابھی جس غرض کے لئے آیا تھا وہ پوری نہیں ہوئی۔ اُنہوں نے پوچھا کہ کیا تمہارا کوئی ٹھکانا بھی ہے۔ اُس نے کہا ٹھکانا تو کوئی نہیں۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ پھر میرے ساتھ چلو۔ اور جس مکان میں ٹھہرا ہوا ہوں وہیں رات گزار لو۔ چنانچہ وہ حضرت علیؓ کے ساتھ آیا۔ آپ نے اُسے کھانا کھلایا۔ اور پھر وہ آپ کے مکان کے ایک کونہ میں ہی سو گیا۔ اسے یہ معلوم نہ ہوسکا کہ جس شخص سے ملنے کیلئے میں آیا ہوں۔ وہ بھی اسی مکان میں رہتا ہے

دوسرے دن وہ پھر صبح کو نکلا۔ اور شام تک ادھر اُدھر پھرتا رہا۔ حضرت علی رضؓ نے اُسے پھر دیکھ لیا کہ وہ مکہ کی گلیوں میں اپنی جوتیاں گھسا رہا ہے۔ چنانچہ وہ پھر شام کو آپ سے ملے۔ اور کہا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا کام ابھی ہوا نہیں۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں۔ کہ آپ کو کیا کام ہے۔ اُس نے کہا مجھے ایک آدمی کی تلاش ہے

حضرت علی نے کہا

... پھر کیا آج بھی کوئی ٹھکانا ہے یا نہیں۔ اُس نے کہا کہ ٹھکانا تو کوئی نہیں۔ حضرت علی رضؓ اُسے ساتھ لے گئے کھانا کھلایا۔ اور اپنے مکان میں سونے کی جگہ دی۔ تیسرے دن وہ پھر صبح کو اُٹھا۔ اور اُس گلیوں اور بازاروں کا چکر لگانا شروع کر دیا اور شام تک اسی طرح پھرتا رہا۔ پھر حضرت علی رضؓ اُسے ملے اور اُسے اپنے مکان پر لے آئے۔ کھانا کھلایا اور سونے کو جگہ دی۔ جب وہ صبح اُٹھ کر باہر جانے لگا تو حضرت علی رضؓ نے کہا کہ میزبان پر مہمان کا اور مہمان پر میزبان کا حق ہوتا ہے۔ تین دن تمہیں یہاں پھرتے گذر گئے۔ اب تو بتا دو کہ تم کس غرض کے لئے آئے ہو۔ تاکہ اگر میں بھی کچھ تمہاری مدد کر سکوں۔ تو مدد کر دوں۔ اُس نے کہا۔ میں وہ بات اس لئے نہیں بتاتا۔ کہ ڈرتا ہوں مکہ والے مخالفت نہ کریں آپ سے کہا میں

تم سے وعدہ کرتا ہوں

کہ تمہاری بات کسی اور سے ذکر نہیں کروں گا۔ اس نے کہا کہ اگر آپ دیانتداری کے ساتھ یہ وعدہ کرتے ہیں تو پھر میں آپ کو یہ بتاتا ہوں کہ میں یہاں اس لئے آیا ہوں۔ کہ میں نے سنا ہے یہاں کسی شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اُس سے ملوں اور خود اُس کے حالات دریافت کروں۔ حضرت علی رضؓ نے کہا تم نے ناحق اپنے تین دن ضائع کر دیئے۔ اگر یہی بات تھی۔ تو تم نے پہلے کیوں نہ بتا دی۔ چنانچہ وہ اُسے اس جگہ لے گئے۔ جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے۔ اور آنے جانے والوں کو تبلیغ کرتے تھے۔ اُس نے آپکی باتیں سُنیں اور مسلمان ہو گیا اور مسلمان ہونیکے بعد بھی کچھ دنوں تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا۔ جب کئی دن گذر گئے۔ تو اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ اب مجھے واپس جانے کی اجازت دیجئے۔ اور ساتھ ہی اس بات کی بھی اجازت دیجئے کہ کچھ دنوں تک میں اپنے دل کی بات کو مخفی رکھوں۔ آپ نے فرمایا۔ بہت اچھا اجازت ہے۔ اس پر وہ باہر نکلے اور اپنے قبیلہ کی طرف واپس جانے لگے

عربوں میں رواج تھا

کہ جب وہ مکہ میں داخل ہوتے یا کہیں باہر جانے کیلئے مکہ سے نکلتے۔ تو خانہ کعبہ کا ضرور طواف کیا کرتے تھے۔ اس دستور کے مطابق وہ بھی خانہ کعبہ کا طواف کرنے کیلئے گئے۔ تو انہوں نے دیکھا۔ کہ وہ ابو جہل اور دوسرے بڑے بڑے سردار بیٹھے ہیں۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرا بھلا کہہ رہے ہیں۔ اسلام پر ہنسی اُڑا رہے ہیں۔ اور بڑے فخر کے ساتھ باتیں کر رہے ہیں۔ اُنہوں نے جب یہ باتیں سنیں۔ تو ان کا جوش ایمان ظاہر ہو گیا۔ اور وہ غصہ سے اُن کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ اور کہنے گئے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ ان کا لا الٰہ الا اللہ کہنا تھا۔ کہ سب لوگ جوش میں آگئے اور ان پر ٹوٹ پڑے۔ اور انہیں خوب مارا پیٹا۔ وہ مارتے جاتے تھے۔ اور یہ بار بار کہتے چلے جاتے تھے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ جب پٹتے پٹتے بہت ہی نڈھال ہو گئے۔ تو اتفاقاً

حضرت عباس رضؓ وہاں سے گذرے

اور اُنہوں نے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے اور اسے کیا ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہا یہ صابی ہو گیا ہے۔ اور خانہ کعبہ میں کفر بکتا ہے۔ حضرت عباس رضؓ آگے بڑھے اور اُنہوں نے ان سے پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو۔ انہوں نے کہا کہ میں غفار قبیلہ کا رہنے والا ہوں۔ اور غفار قبیلہ ایسی جگہ پر تھا جہاں سے مکہ والوں کا غلہ گذرتا تھا۔ حضرت عباس رضؓ نے جب یہ بات سنی تو اُنہوں نے مکہ والوں سے کہا۔ کہ کمبختو تمہاری عقل ماری گئی ہے بیشک یہ مسلمان ہو گیا ہے۔ مگر ہماری قوم میں پیچ ہوتی ہے۔ اگر غفار قبیلہ والوں کو پتہ لگا کہ مکہ والوں نے ہمارے ایک غفاری کو مارا ہے۔ تو مکہ میں غلہ نہیں آنے دیں گے۔ اور تم بھوکے مر جاؤ گے۔ اس پر انہیں چھوڑ دیا۔ دوسرے دن پھر طواف کرنے کے لئے گئے تو دیکھا کہ پھر اسلام کو گالیاں دی جا رہی ہیں۔ انہوں نے پھر بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھا اور لوگوں نے پھر اُسے مارنا شروع کر دیا۔ اتفاقاً پھر حضرت عباس رضؓ آگئے اور اُنہوں نے آپ کو ان کے نرغہ سے چھڑایا۔ تیسرے دن بھی اسی طرح ہوا۔ اور پھر وہ اپنے قبیلہ میں واپس آگئے۔ اب دیکھو غفار قبیلہ میں

اسلام کی تبلیغ کس نے پہنچائی

کون اُسے کہنے کے لئے گیا تھا۔ کہ آؤ۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سنو۔ کوئی مسلمان نہیں تھا جس نے اُسے تبلیغ کی ہو۔ کوئی مسلمان نہیں تھا جس نے اُسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام دیا ہو۔ صرف زمین و آسمان کا خدا تھا۔ جس نے ابو ذر غفاری رضؓ کو اس طرف متوجہ کیا۔ اور اُسے کہا کہ جا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سن۔ پس اگر ہر مسلمان کی زبان بندی کر دی جائے۔ اگر ہر مسلمان کو تبلیغ سے روک دیا جائے۔ اگر ہر مسلمان کو خدا اور اس کے رسول کا پیغام پہنچانے سے منع کر دیا جائے تب بھی خدا کا پیغام رک نہیں سکتا۔ خدا خود آسمان سے لوگوں کے دلوں پر الہام نازل کرتا ہے۔ اور وہ خود بخود ہدایت کی طرف دوڑے چلے آتے ہیں۔ ہمارے پاس بیسیوں خطوط اس قسم کے آتے ہیں۔ کہ ہم نے فلاں خواب دیکھی ہے۔ جس کی وجہ سے ہم احمدیت قبول کرتے ہیں۔ ابھی امریکہ سے وہاں کے مبلغ نے ایک شخص

کی چٹھی بھجوائی ہے۔ جو ایم۔اے ہے۔ اور جس میں اُس نے لکھا ہے کہ میں نے رویا میں دیکھا ہے کہ ایک شخص بلند آواز سے کہہ رہا ہے۔

”اس زمانہ میں محمود سے بڑھ کر اسلام کا کوئی خادم نہیں“۔

اسی طرح بعض لوگ لکھتے ہیں کہ ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نظر آئے اور آپ نے ہمیں کہا کہ اس شخص کو قبول کرلو۔ اور جب خدا کسی کو آپ بتائے گا کہ یہ سچائی ہے تو خدا تعالیٰ کی بتائی ہوئی بات کو رد کرنے کی کون شخص قدرت رکھتا ہے۔ گورنمنٹ دروازوں پر پہرے لگا سکتی ہے۔ گورنمنٹ مکانوں پر پہرے لگا سکتی ہے مگر گورنمنٹ جبریل کی زبان پر کس طرح پہرہ لگا سکتی ہے گورنمنٹ یہ کس طرح اعلان کرسکتی ہے کہ جبریل کسی کو کوئی بات نہ بتائے۔ یا کسی کو کوئی ایسی خواب بھی نہ آئے جس میں اُسے سچائی کی خبر دی گئی ہو۔ دنیا کی کوئی طاقت اور حکومت نہیں جو ایسا کرسکے۔ دنیا کی کوئی طاقت اور حکومت نہیں جو اس بات کو روک سکے۔ جس بات کو خدا دنیا میں پھیلانا چاہتا ہو۔

پس یہ جگہ خدا تعالیٰ کے نشانوں کی جگہ ہے اور تم جو اس مقام پر بس رہے ہو

تمہارا فرض ہے

کہ اپنے اندر ایسی نیک تبدیلی پیدا کرو کہ تمہیں دیکھنے والے یہ بات محسوس کریں کہ تم ایک نئی چیز ہو۔ دنیا میں جب بھی کوئی ایسی چیز نظر آئے جو غیر معمولی ہو تو لوگ اسکے متعلق خود بخود دریافت کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ یہ کیا چیز ہے اور اس کی کیا حقیقت ہے۔

میں ایک دفعہ قادیان میں دریا پر سیر کے لئے گیا جب ہم کشتیوں پر سوار ہوئے اور وہ چلنے لگیں تو ایک زمیندار نے اس وقت قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی کہ بسم اللہ مجرھا ومرسھا۔ یہ آیت ایسی ہے جسے ننانوے فی صدی مسلمان غلط پڑھتے ہیں یعنی بجائے مجرھا پڑھنے کے وہ اسے مجریٰھا پڑھتے ہیں۔ چنانچہ مجھے اس کے متعلق

ایک لطیفہ یاد ہے

قادیان میں ایک عرب رہتے تھے جو حافظ بھی تھے ایک دفعہ حضرت خلیفۃ اول رضی عنہ درس دے رہے تھے کہ یہی آیت آگئی آپ نے فرمایا میں دوستوں کو ہوشیار کر دینا چاہتا ہوں کہ عام طور پر لوگ اس آیت کو غلط پڑھتے ہیں پھر آپ حافظ صاحب کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا۔ کیوں حافظ صاحب کیا یہ درست ہے یا نہیں کہ لوگ یہ آیت غلط پڑھتے ہیں انہوں نے کہا۔ ہاں حضور لوگ غلط پڑھتے ہیں ...... اسکے بعد آپ نے فرمایا میں تو دیکھتا ہوں کہ ننانوے فیصدی مسلمان یہ آیت غلط پڑھتے ہیں۔ حافظ صاحب نے بھی کہا کہ ہاں حضور واقعہ یہی ہے کہ ننانوے فیصدی مسلمان یہ آیت غلط پڑھتے ہیں آپ نے ہنس کر فرمایا پھر شاید کہیں ہی یا تو ہو جائے تو پرانے زمانہ میں ایک عالم تھے پھر آپ نے بتایا کہ سیبویہ جو نحو کا ایک بہت بڑا عالم گزرا ہے ایک دفعہ ایک

عباسی خلیفہ کی مجلس

میں بیٹھا تھا کہ کسی لفظ کے متعلق بحث شروع ہوگئی سیبویہ نے کہا کہ یہ لفظ یوں ہے اور بادشاہ کے اُستاد نے کہا کہ یوں ہے۔ بادشاہ کو سیبویہ پر غصہ آیا کہ جب ہمارا اُستاد کہتا ہے کہ یہ لفظ یوں ہے تو تم اس کے خلاف کیوں کہتے ہو۔ سیبویہ نے کہا کہ حضور شہر کے باہر بعض قبائل تجارت کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ ان کی زبان زیادہ شستہ اور صاف ہوتی ہے۔ آپ اُن میں سے کسی کو بلا کر پوچھ لیجئے کہ یہ لفظ کس طرح ہے۔ بادشاہ نے کہا بہت اچھا۔ اور اُس نے ایک شخص کو بھجوا دیا کہ وہ باہر جا کر کسی شخص کو اپنے ساتھ لے آئے۔ وہ شخص جو قبائلیوں کو بلوانے کے لئے بھیجا گیا تھا وہ بادشاہ کا خوشامدی تھا۔ راستہ پر اُنہیں سمجھاتا چلا آیا کہ بادشاہ کے اُستاد اور سیبویہ کی آپس میں بحث شروع ہوگئی ہے سیبویہ کہتا ہے کہ یہ لفظ یوں ہے اور

ہمارے بادشاہ کا اُستاد

کہتا ہے کہ یوں ہے تم سے بھی اس بارہ میں دریافت کیا جائے گا۔ تو وہی کہنا جو بادشاہ کا اُستاد کہتا ہے اس طرح تمہیں بادشاہ کی طرف سے انعام مل جائیگا۔ جب وہ دربار میں آئے۔ تو بادشاہ نے کہا۔ دیکھو فلاں عالم کہتا ہے کہ یہ لفظ اس طرح ہے۔ اور سیبویہ کہتا ہے کہ اس طرح ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ یہ لفظ کس طرح ہے۔ اُنہوں نے کہا۔ حضور جو آپ کا اُستاد کہتا ہے وہی ٹھیک ہے۔ سیبویہ صرف نحو کے لحاظ سے اسلامی دنیا میں سب سے بڑا آدمی سمجھا جاتا ہے۔ اور وہ بڑا ہوشیار اور ذہین آدمی تھا۔ فوراً سمجھ گیا۔ کہ اس سے یہ بات کہلوائی گئی ہے۔ چنانچہ سیبویہ نے کہا کہ حضور اس سے کہیے کہ یہ لفظ بول کر دکھائے۔ چنانچہ جب اُس نے بولا تو اس طرح بولا جس طرح سیبویہ کہتا تھا۔ چونکہ اس کو اس طرح بولنے کی عادت پڑی ہوئی تھی۔ اسلئے گو اس نے کہہ تو دیا کہ یہ لفظ اس طرح ہے جس طرح بادشاہ کا اُستاد کہتا ہے۔ مگر بولتے وقت عادت اُس پر غالب آگئی۔ اور وہی بات درست نکلی جو سیبویہ نے کہی تھی۔ کہیں وہی بات اب بھی نہ ہو جائے۔ اس لئے عرب صاحب آپ یہ آیت پڑھ کر بتائیں۔ جب عرب صاحب نے آیت پڑھی تو

مجلس زعفران کا کھیت بن گئی

کیونکہ عرب صاحب نے اُسی طرح غلط آیت پڑھی جس طرح عوام پڑھتے ہیں۔ ہاں تو میں یہ واقعہ سنا رہا تھا کہ میں دریا پر سیر کے لئے گیا۔ تو ایک شخص جو شکل و صورت سے زمیندار معلوم ہوتا تھا اس نے قرآن کریم کی یہ آیت بالکل صحیح پڑھی۔ کہ بسم اللہ مجرھا ومرسھا چونکہ لوگ عموماً یہ آیت غلط پڑھتے ہیں میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس سے دریافت کرنا چاہیے کہ اس نے یہ آیت ٹھیک کس طرح پڑھ لی۔ جبکہ مسلمان عموماً اس آیت کو غلط پڑھتے ہیں۔ چنانچہ میں نے ایک دوست سے کہا کہ وہ اس سے دریافت کرے کہ اس نے کہاں تعلیم پائی ہے۔ اب بجائے اس کے کہ وہ اس سے سیدھی طرح دریافت کرتے کہ آپ نے کہاں تعلیم پائی ہے۔ اُنہوں نے

مختلف سوالات شروع

کر دیئے آپ کہاں سے آئے ہیں کدھر جا رہے ہیں۔ کیا کام کرتے ہیں۔ اس پر اُسے غصہ آگیا۔ اور اُس نے کہا کہ کیا آپ پولیس افسر ہیں کہ مجھ سے ایسے سوالات کر رہے ہیں۔ آپ کی جو غرض ہے وہ بتائیے۔ بلا ضرورت سوالات کرنے کا کیا فائدہ ہے۔ اس پر میں خود آگے بڑھا اور میں نے کہا کہ بات دراصل یہ ہے کہ میں نے ہی اُن سے کہا تھا کہ آپ سے دریافت کریں کہ آپ نے کہاں تعلیم پائی ہے۔ کیونکہ آپ نے ابھی قرآن کریم کی ایک آیت بالکل صحیح پڑھی ہے۔ حالانکہ بعض مولوی تک اس آیت کو غلط پڑھتے ہیں۔ میرے دل میں

شوق پیدا ہوا

کہ میں اس بارہ میں آپ سے دریافت کروں مگر انہوں نے بجائے سیدھی طرح سوال کرنے کے اِدھر اُدھر کے سوالات شروع کر دیئے۔ جس سے آپ کو تکلیف ہوئی ہے۔ اس پر اس نے بتایا کہ میں فلاں گاؤں کا رہنے والا ہوں اور اپنے ایک بزرگ کا جو اس کے دادا یا چچا تھے نام لے کر کہا۔ کہ انہیں علم کا بڑا شوق تھا انہوں نے دیوبند سے خاص طور پر ایک قاری بلوا کر اپنے خاندان کے افراد اور گاؤں کے دوسرے بچوں کو قرآن کریم پڑھایا تھا اور اس وجہ سے میں نے یہ آیت ٹھیک پڑھی ہے۔

غرض دنیا میں جب کوئی عجیب چیز نظر آتی ہے تو لوگ آپ ہی آپ اسکے متعلق دریافت کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ مجھے چونکہ یہ ایک عجیب بات نظر آئی کہ ایک ایسا شخص جو زمیندار معلوم ہوتا ہے۔ اس نے قرآن کریم کی وہ آیت جو عموماً غلط پڑھی جاتی ہے صحیح پڑھی ہے۔ اس لئے میں نے اس سے یہ پوچھا کہ یہ کیا بات ہے اور جب پوچھا تو اُس نے بتایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ دیوبند سے ایک قاری بلوا کر ہمیں قرآن کریم پڑھایا گیا تھا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص

نیک اعمال بجالائے

نیکی اور تقویٰ میں نمونہ بن جائے۔ ہر قسم کے بُرے اور ناپسندیدہ کاموں سے بچے۔ لوگوں کی خیر خواہی اور اُن کی ترقی کے کاموں میں حصہ لے تو ہر شخص اُس سے خود بخود پوچھے گا کہ اس دنیا میں رہتے ہوئے آپ کس قسم کے اعمال بجا لا رہے ہیں۔ یہ دنیا بے نمازی ہے۔ مگر آپ پانچوں وقت نماز پڑھتے ہیں۔ یہ دنیا بے روزہ ہے۔ مگر آپ باقاعدہ روزے رکھتے ہیں۔ یہ دنیا فریب کاری اور مکاری سے کام لیتی ہے مگر آپ ہر قسم کے فریب اور مکر کے کاموں سے بچتے ہیں۔ یہ دنیا دوسرے لوگوں کے اموال کو کھا جاتی ہے۔ مگر آپ اُن کے اموال کی حفاظت کرتے ہیں۔ آپ آخر کہاں سے آگئے ہیں؟ وہ کہے گا کہ میرا دلی احمدیت ہے اس پر وہ کہیگا کہ اگر احمدیت ایسی ہی چیز ہے جو بندے کا خدا سے تعلق پیدا کر دیتی ہے تو میں اس احمدیت کو قبول کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ غرض تمہارا

اپنا عمل اور تمہارا چلن

سب سے بڑی تبلیغ ہے اگر تم اپنے عمل کو درست رکھو اور اپنا چلن پاکیزہ بناؤ۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ دنیا تمہاری طرف خود بخود متوجہ نہ ہو۔ پس اس نشان سے فائدہ اٹھاؤ اور اپنے اندر ایک نیک تبدیلی پیدا کرو۔ میں نے بتایا ہے کہ یہ ویسا ہی نشان ہے جیسے حضرت ابراہیم کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے مکہ میں ظاہر فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب بیت اللہ کی بنیادیں اٹھائیں تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہی دعا کی تھی۔ کہ الٰہی میں اولاد کو یہاں اس لئے بسا رہا ہوں۔ تاکہ وہ تیرے دین کی اشاعت کرے تیرے ذکر کو بلند کرے اور تیری عبادت میں اپنی عمر بسر کرے یہی مقاصد ہیں جو اس جگہ کے رہنے والوں کو بھی اپنے مدنظر رکھنے چاہئیں۔ کیونکہ خدا اب کوئی نشان دکھاتا ہے تو اس لئے دکھاتا ہے کہ لوگ اپنے اندر تبدیلی پیدا کریں۔ اور وہ دنیا کی بجائے دین کی خدمت میں اپنے آپ کو لگائے رکھیں پس ان اسٹیشنوں میں بسنے والوں کو چاہیے کہ وہ اپنے اعمال کا ہمیشہ جائزہ لیتے رہیں۔ اور

نیکی اور تقویٰ میں ترقی

کرنے کی کوشش کریں۔ خدا تعالیٰ کے اس عظیم الشان نشان کو دیکھتے ہوئے ان کا فرض ہے کہ وہ اپنے چال چلن کو درست کریں۔ اور اپنا نیک نمونہ لوگوں کے سامنے پیش کریں اگر تم اپنا نیک نمونہ دکھاؤ کہ بغیر اس کے کہ تم اپنی زبان سے ایک لفظ کہو لوگوں کے دل تمہاری طرف آپ ہی آپ جھک جائینگے اور وہ کہیں گے کہ جو کچھ تم کہتے ہو ٹھیک ہے۔ جب انسان کو دوسرے کے متعلق یقین پیدا ہو جاتا ہے تو پھر وہ اسے جھوٹا نہیں کہہ سکتا۔ بعض دفعہ بیویاں جھوٹی ہوتی ہیں مگر انہوں نے اپنے خاوندوں کو دھوکا دیا ہوا ہوتا ہے۔ اور خاوند ان کی شرافت کے قائل ہوتے ہیں ایسی صورت میں اگر دس شریف آدمی بھی مل کر کہیں کہ تمہاری بیوی جھوٹ بولتی ہے تو وہ کبھی نہیں مانتے۔ اسی طرح بعض بیویوں کو اپنے خاوندوں پر یقین ہوتا ہے اگر ان کی بیویوں کو کہا جائے کہ تمہارے خاوندوں نے فلاں جرم کیا ہے تو وہ کہیں گی ایسا کہنے والا جھوٹ بولتا ہے۔ ہمارے خاوند تو بڑے نیک اور پاکباز ہیں۔ غرض جب کسی شخص کی سچائی کے متعلق یقین پیدا ہو جائے۔ تو انسان اس کے متعلق اپنے عقیدہ میں ایسا پختہ ہو جاتا ہے۔ کہ وہ اس کے پیچھے چلنے میں فخر محسوس کرتا ہے۔ پس اپنے آپ کو ایسا بناؤ کہ تمہیں دیکھنے والے اور تمہاری باتوں کو اپنے کانوں سے سننے والا شخص اس یقین پر قائم ہو جائے کہ جو کچھ تم کہتے ہو وہ ٹھیک ہے۔ اگر تم اپنے اندر تغیر پیدا کرو۔ کہ لوگوں کے دلوں میں اپنے متعلق ایسا یقین اور وثوق پیدا کر دو۔ تو یقیناً دنیا کی کوئی طاقت لوگوں کو تمہاری طرف مائل ہونے سے روک نہیں سکتی۔ وہ خود بخود تمہاری طرف کھچے چلے آئیں گے اور جو کچھ تم کہو گے اس کو صحیح اور درست سمجھیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں

ایک دوست میاں نظام الدین صاحب ہوا کرتے تھے اُنہیں حج کا بڑا شوق تھا۔ سات حج انہوں نے اپنی زندگی میں کئے تھے وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھی دوست تھے اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے بھی دوست تھے۔ میاں نظام الدین صاحب ایک دفعہ حج سے واپس آئے تو لوگوں نے اُنہیں بتایا کہ آپ کا ایک دوست تو پاگل ہو گیا ہے! اور اس نے عجیب غریب دعوے شروع کر دیئے ہیں اور دوسرے دوست نے اس پر کفر کا فتویٰ لگا دیا ہے اُنہوں نے حیران ہو کر پوچھا کہ کیا ہوا۔ اس پر انہیں بتایا گیا کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔ اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اُنہیں کافر قرار دیدیا ہے۔ وہ کہنے لگے میں مولوی محمد حسین کو جانتا ہوں۔ اسکی طبیعت میں جوش پایا جاتا ہے جسکی وجہ سے وہ تحقیق نہیں کرتا۔ اور مرزا صاحب کو بھی میں جانتا ہوں وہ قرآن کریم کے خلاف کبھی کوئی بات نہیں کر سکتے۔ انہیں ضرور کوئی غلطی لگی ہے یا لوگ ان کے متعلق جھوٹ بولتے ہیں۔ بہرحال میں آنا فر دریافت کرتا ہوں کہ اگر مرزا صاحب کو قرآن کریم سے کوئی بات دکھا دی جائے۔ تو وہ اسکے خلاف نہیں جا سکتے پھر کہنے لگے اچھا اب میں اس جھگڑے کو نپٹانے کی کوشش کرتا ہوں اور پہلے مرزا صاحب کے پاس جاتا ہوں تا ان سے دریافت کروں کہ بات کیا ہے۔ چنانچہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس قادیان پہنچے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُنہیں دیکھتے ہی فرمایا میاں نظام الدین صاحب حج سے واپس آ گئے اُنہوں نے کہا حضور حج سے تو واپس آ گیا ہوں۔ مگر یہاں پہنچتے ہی میں نے ایک ایسی بات سنی ہے جس کی وجہ سے میرے پیروں تلے سے زمین نکل گئی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کیا بات سنی ہے اُنہوں نے کہا میں نے سنا ہے کہ آپ کہتے ہیں

حضرت عیسےٰ علیہ السلام فوت ہو گئے

ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یہ ٹھیک ہے میں یہی کہتا ہوں کیونکہ قرآن کریم سے یہی ثابت ہوتا ہے اگر قرآن کریم سے اس کے خلاف کوئی بات ثابت ہو۔ تو ہم اسکو چھوڑنے کیلئے تیار ہیں۔ وہ کہنے لگے الحمد للّٰہ میرے دل پر سے ایک بڑا بوجھ اُتر گیا میں یہی کہتا تھا کہ مرزا صاحب قرآن کے خلاف نہیں جا سکتے۔ اب آپ بتائیں کہ اگر میں قرآن کریم سے سو آئیتیں ایسی لے آؤں جن سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں تو کیا آپ اپنے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے۔ وہ چونکہ ہر وقت یہی سنتے چلے آئے تھے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں۔ اس لئے سمجھتے تھے کہ اس کے متعلق سو آئیتیں تو قرآن کریم میں ضرور ہوں گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ میاں نظام الدین صاحب اگر ایک آئت بھی نکل آئے تو ہم اپنے عقیدہ کو چھوڑنے کے لئے تیار ہیں۔ انہوں نے کہا۔ خدا آپ پر رحم کرے یہی بات میں لوگوں سے کہتا آ رہا ہوں کہ مرزا صاحب

قرآن کے خلاف ایک قدم

بھی نہیں اُٹھا سکتے۔ بہرحال اگر سو نہیں تو پچاس آئیتیں تو میں ضرور لے آؤں گا۔ آپ نے پھر فرمایا ہماری طرف سے پچاس کی کوئی شرط نہیں اگر آپ ایک آئت بھی ایسی لے آئے تو بات صاف ہو جائیگی۔ اس پر انہیں خیال پیدا ہوا کہ شائد پچاس آئیتیں بھی قرآن کریم میں نہ ہوں۔ اور میری بات غلط ہو جائے۔ اس لئے اُنہوں نے کہا اچھا اگر میں بیس آئیتیں ایسی لے آئیں جن سے حضرت مسیح زندہ ثابت ہوئے۔ تو کیا آپ اپنے

اس عقیدہ کو چھوڑ دیں گے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ میاں نظام الدین صاحب ہم نے کہہ تو دیا ہے کہ اگر آپ ایک آیت بھی لے آئے تو ہم یہ عقیدہ چھوڑ دیں گے۔ اُنہوں نے یہ بات سنکر خیال کیا کہ ممکن ہے بیس آئیتیں بھی نہ ہوں اور میری بات غلط ہو جائے۔ اس لئے کہنے لگے اچھا میں کو بھی چھوڑیئے اگر میں دس آئیتیں ایسی لے آؤں تو کیا آپ پھر بھی مان جائیں گے۔ وہ چونکہ بچپن سے یہی سنتے چلے آئے تھے۔ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ اس لئے اُنہوں نے خیال کیا کہ دس سے کم تو قرآن کریم میں اس کے متعلق آئیتیں نہیں ہوں گی۔ آپ نے فرمایا ہماری طرف سے دس کی بھی کوئی شرط نہیں۔ آپ

ایک آیت ہی لے آئیں

ہم اُسی ایک آیت کو تسلیم کر لیں گے۔ اس پر وہ خوش خوش قادیان سے بٹالہ پہنچے۔ اور مولوی محمد حسین صاحب کا جا کر پتہ لیا۔ اُنہیں معلوم ہوا کہ مولوی صاحب لاہور گئے ہوئے ہیں۔ اتفاق کی بات ہے کہ انہی دنوں حضرت خلیفہ اول رضی اللّٰہ عنہ جو جموں کے راجہ کے حکیم تھے ایک مہینہ کی چھٹی لے کر لاہور آئے ہوئے تھے۔ اور اپنے داماد کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو جب یہ معلوم ہوا کہ آپ لاہور آئے ہوئے ہیں۔ تو اُنہوں نے جھٹ اشتہار دے دیا کہ میرے ساتھ

حیات وفات مسیح

پر بحث کر لی جائے۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللّٰہ عنہ نے اس کے جواب میں اشتہار شائع کیا۔ پھر اس کا جواب الجواب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے لکھا۔ اور پھر اس کا جواب حضرت خلیفہ اول رضی اللّٰہ عنہ نے دیا۔ غرض دس پندرہ دن اسی میں گذر گئے اور کوئی معاملہ طے ہونے میں نہ آیا۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللّٰہ عنہ فرماتے تھے کہ اس مسئلہ پر قرآن کریم کی رُو سے بحث ہونی چاہیئے اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی یہ کہتے تھے کہ اس مسئلہ پر حدیثوں کے لحاظ سے بحث ہونی چاہیئے۔ جب جھگڑا لمبا ہو گیا تو بعض دوستوں نے کہا کہ اس طرح تو بلا وجہ وقت ضائع ہو رہا ہے۔ کسی نہ کسی بات کا فیصلہ ہونا چاہیئے۔ تاکہ اصل بحث شروع ہو۔ چنانچہ اُنہوں نے حضرت خلیفہ اول رضی اللّٰہ عنہ سے کہا کہ کیا آپ کوئی بھی حدیث ماننے کے لئے تیار ہیں یا نہیں۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللّٰہ عنہ نے اس جھگڑے کو نپٹانے کے لئے کہا۔ کہ اچھا قرآن کے علاوہ اگر آپ

بخاری پیش کرنا چاہیں

تو وہ بھی پیش کر سکتے ہیں۔ اب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بڑے خوش ہوئے کہ میں نے اپنی بات آخر منوا لی۔ وہ اہل حدیث تھے اور طبعاً انہیں اس پر خوشی ہونی چاہیئے تھی کہ اور نہیں تو کم از کم بخاری کو پیش کرنا تو انہوں نے تسلیم کر لیا ہے وہ چنیاں والی مسجد کے امام بھی تھے ایک دن مسجد میں بیٹھے ہوئے بڑے فخر سے بیان کر رہے تھے۔ کہ نورالدین رضی اللّٰہ عنہ سارے ہندوستان میں مشہور ہے اور بڑا عالم فاضل بنا پھرتا ہے لیکن میرے مقابلہ میں آیا تو آسے اپنے گھٹنے ٹیک دینے پڑے۔ وہ کہتا تھا کہ قرآن سے اس مسئلہ پر بحث کرو۔ حدیث کی طرف آنے کا وہ نام نہیں لیتا تھا میں بار بار اسے اس طرف لانا چاہتا مگر وہ ادھر آنے کا رخ ہی نہیں کرتا تھا۔ آخر اس نے یوں بھاگنے کی کوشش کی اور

میں نے اُسے یوں پکڑا

پھر اس نے اس طرح بچنے کی کوشش کی۔ اور میں نے اُسے یوں رگیدا۔ پھر اس نے یہ بہانہ بنایا۔ اور میں نے اُسے یوں گردن سے مروڑا۔ اور آخر میں نے اُسے منوا لیا کہ قرآن کے علاوہ بخاری بھی پیش کی جا سکتی ہے۔ جب وہ بڑے زور سے یہ بیان کر رہے تھے۔ کہ میں نے نورالدین رضی اللّٰہ عنہ کو یوں رگیدا۔ اور اس طرح رگڑا اور اس طرح چاروں شانے چت گرایا کہ ان کی بدقسمتی سے عین اسی وقت میاں نظام الدین صاحب وہاں جا پہنچے۔ اور بے تکلفی سے مولوی صاحب سے کہنے لگے کہ مولوی صاحب میں نے آپ کو بڑا سمجھایا ہے کہ آپ جوش میں نہ آیا کریں مگر آپ پھر بھی جوش میں آ جاتے ہیں۔ بھلا نورالدین رضی اللّٰہ عنہ کا اس میں کیا دخل ہے۔ میں قادیان گیا تھا۔ اور میں مرزا صاحب سے منوا آیا ہوں کہ اگر میں قرآن کریم کی

دس آئتیں

ایسی لے آیا جن سے حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات ثابت ہوتی ہو تو وہ میرے ساتھ شاہی مسجد میں آ کر اپنے عقیدہ سے توبہ کر لیں گے۔ اور سب لوگوں کے سامنے اس بات کا اقرار کر لیں گے۔ کہ میں جو کچھ کہا کرتا تھا وہ غلط تھا اور انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملتے وقت یہ بھی کہا تھا کہ اگر میں قرآن کریم سے اس آئیتیں ایسی لے آیا تو آپ کو میرے ساتھ شاہی مسجد لاہور میں چل کر اپنے عقیدہ سے توبہ کرنی پڑے گی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ بے شک ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں۔ میاں نظام الدین صاحب نے اس واقعہ کو ان کے سامنے دہرایا۔ اور کہا کہ اس بحث کو بند کیجئے اور جلدی سے مجھے قرآن کریم کی دس آئیتیں ایسی لکھ کر دے دیجئے۔ میں مرزا صاحب کو

شاہی مسجد میں

لا کر سب کے سامنے ان سے توبہ کرا دوں گا۔ اب ایک جن کا سارا فخر ہی اس بات پر تھا کہ نورالدین رضی اللّٰہ عنہ قرآن کی طرف جاتا تھا۔ مگر میں اسے حدیثوں کی طرف لانا چاہتا تھا۔ اور آخر میں نے اسے اس طرح رگیدا اور مروڑا اور گرایا اور ایسا مجبور کیا کہ وہ حدیث کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گیا۔ اس کے لئے اسی مجلس میں بات ہم کا ایک گولہ ثابت ہوئی۔ مولوی محمد حسین صاحب نے بڑے غصہ سے میاں نظام الدین کی طرف دیکھا اور کہا تمہیں کس احمق نے کہا تھا کہ تم اس بحث میں کود پڑو۔ میں تین ہفتے سے بحث کر کر کے نورالدین کو حدیث کی طرف لایا تھا۔ تم پھر اس بحث کو قرآن کی طرف لے گئے اب غصہ سے یہ فقرہ تو ان کے منہ سے نکل گیا مگر ایک

سچے مومن کے لئے

یہ فقرہ ایک تازیانہ سے کم نہیں تھا۔ میاں نظام الدین صاحب یہ بات سنتے ہی سکتہ میں آ گئے۔ اور دو تین منٹ تک خاموش بیٹھے رہے۔ پھر اُٹھے اور کہنے لگے اچھا مولوی صاحب سلام

جدھر قرآن ہے ادھر ہی ہم ہیں

اور یہ کہہ کر وہاں سے واپس آ گئے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر لی۔ اب دیکھو ان کو قرآن پر اعتبار تھا اس لئے وہ قرآن کریم کے پیچھے چل پڑے مگر اہلحدیث کو حدیث پر اعتبار ہوتا ہے۔ جب ان کے سامنے کوئی بات حدیث سے ثابت کر دی جائے تو وہ فوراً اس کے پیچھے چل پڑتے ہیں۔ ایک دوسرے مومن کو قرآن پر اعتبار ہوتا ہے جب اس کے سامنے کوئی بات قرآن سے ثابت کر دی جائے تو وہ فوراً اس کو ماننے لگ جاتا ہے۔ بعض لوگوں کو کسی تجربہ کار انسان پر اعتماد ہوتا ہے۔ اس لئے جو کچھ وہ کہتا ہے۔ اُسے وہ بلا دریغ ماننے لگ جاتے ہیں۔ بعض کو کسی نیک انسان پر اعتماد ہوتا ہے۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ وہ ایک کام کر رہا ہے تو وہ بھی ویسا ہی کام کرنے لگ جاتے ہیں۔ تم بھی

اپنی زندگیاں ایسی بناؤ

کہ سب لوگ تمہارے متعلق یہ کہیں کہ یہ لوگ جھوٹ نہیں بولتے۔ یہ دھوکا اور فریب نہیں کرتے نیکی اور پاکیزگی میں اپنی عمر بسر کرتے ہیں۔ اگر تم اپنے متعلق لوگوں کے دلوں میں یہ اعتماد پیدا کر لو تو نہ کوئی حکومت کسی کو تمہارے پاس آنے سے روک سکتی ہے نہ کوئی پارٹی تمہاری آواز کو دبا سکتی ہے۔ نہ لوگوں کے باہمی معاہدات تمہیں کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ جھنڈے زبانی تبلیغیں ان کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔ جن کے عمل مشتبہ ہوں۔ زبانی تبلیغیں ان کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔ جن کے اندر رشد اور ہدایت پر قائم رہنے والے آدمی موجود نہ ہوں۔ زبانی تبلیغیں ان کے لئے ضروری ہوتی ہیں جن کے اندر خدا تعالیٰ کے افراد موجود نہ ہوں۔ جو کے ساتھ

خدا کا تعلق ہو

جو اپنے نیک نمونہ سے لوگوں کے دلوں کو گھائل کر چکے ہوں۔ جو اپنی نیکی اور تقویٰ کی وجہ سے۔ لوگوں کا اعتماد حاصل کر چکے ہوں۔ جو اُٹھتے اور بیٹھتے نیکی اور دیانت کا ایک مجسمہ ہوں۔ ان کا ہر قدم تبلیغ ہوتا ہے۔ ان کا ہر لفظ تبلیغ ہوتا ہے۔ ان کی ہر حرکت تبلیغ ہوتی ہے۔ ان کا ہر سانس تبلیغ ہوتا ہے اور دنیا کی کوئی طاقت لوگوں کو ان کے نیک اثر سے محروم نہیں کر سکتی۔ وہ لوگ جو ان کی شکل دیکھ کر ہی کہنا چاہتے

ہیں۔ وہ بھی ان کے نمونہ کو دیکھ کر ان کے پاؤں پکڑ کر برکت حاصل کرنے کے خواہشمند ہو جاتے ہیں۔ پس اپنے نمونہ اور عمل سے اپنے آپ کو ایسا بناؤ کہ تم اپنی ذات میں ایک

مجسم تبلیغ بن جاؤ

جس طرح سورج کو دیکھنے کے بعد انسان کے لئے کسی دلیل کی احتیاج باقی نہیں رہتی۔ اسی طرح جب کوئی شخص تم کو دیکھے۔ تو وہ یہ یقین ہی نہ کرے کہ مرزا صاحب جھوٹے تھے۔ تم اپنی وہی حالت بناؤ جو منشی روڑے خاں صاحب مرحوم کی تھی۔ ایک دفعہ لوگ ان کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب یہاں آئے ہوئے ہیں۔ آپ بھی چل کر ان سے بات کریں۔ منشی روڑے خاں صاحب کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آپ کے دعوے سے بھی پہلے کے تعلقات تھے۔ جب وہ ان کی مجلس میں گئے۔ تو مولوی ثناء اللہ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف پانچ دس منٹ تک تقریر کی۔ اور بتایا کہ فلاں فلاں دلیل سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب سچے نہیں تھے

منشی روڑے خاں صاحب

ان کی تقریر سنتے رہے۔ جب وہ خاموش ہوئے تو کہنے لگے۔ مولوی صاحب بات اصل میں یہ ہے کہ آپ نے مرزا صاحب کو نہیں دیکھا۔ اور میں نے آپ کو دیکھا ہوا ہے۔ وہ منہ جھوٹوں والا نہیں تھا۔ انہوں نے پھر پانچ دس منٹ تقریر کی۔ اور آپ کے خلاف اور دلیل پیش کی۔ جب وہ تقریر کر کے بیٹھ گئے۔ تو منشی روڑے خاں صاحب نے پھر کہا کہ مولوی صاحب آپ مجبور ہیں۔ کیونکہ آپ نے مرزا صاحب کو نہیں دیکھا۔ لیکن میں نے ان کو دیکھا ہے۔ وہ منہ جھوٹوں والا نہیں تھا۔ مولوی صاحب نے پھر تیسری دفعہ تقریر کی اور آدھ گھنٹہ تک تقریر کرتے رہے۔ مگر منشی روڑے خاں صاحب نے پھر یہی کہا۔ کہ مولوی صاحب آپ کی دلیلیں بالکل بے کار ہیں۔ آپ کتابوں کی طرف جاتے ہیں۔ اور میں اپنی آنکھوں کی طرف جاتا ہوں۔ میں نے ان کو دیکھا ہوا ہے اور میں جانتا ہوں کہ

وہ منہ جھوٹوں والا نہیں تھا

اس مشاہدہ کے بعد آپ کی دلیلیں مجھ پر کیا اثر کر سکتی ہیں۔ آپ ہزار دلیلیں دیں۔ میرے نزدیک ان کی کوئی قیمت نہیں۔ کیونکہ میں نے آپ کو دیکھا ہوا ہے اب دیکھو ان کے نزدیک سب سے بڑی دلیل آپ کی صداقت کی یہی تھی۔ کہ انہوں نے آپ کو دیکھ کر پہچان لیا تھا کہ یہ شخص جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ اب اس یقین کے بعد خواہ کسی کے سامنے لاکھ دلائل رکھ دو وہ ان کو ٹھکرا کر پرے پھینک دے گا۔ اور یہی کہے گا کہ سب باتیں غلط ہیں۔ جس شخص کو میں نے دیکھا ہوا ہے۔ وہ جھوٹا نہیں ہو سکتا۔

ہمارے ہاں ایک نوکر تھا

جس کا نام پیرا تھا۔ درحقیقت وہ بیمار ہو کر قادیان میں آیا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا علاج کیا۔ اور وہ اچھا ہو گیا۔ اس بات کا اس پر ایسا اثر ہوا۔ کہ پھر وہ اپنے وطن کی طرف گیا ہی نہیں قادیان میں ہی رہ گیا۔ ان دنوں بٹالہ تک ریل پر سفر کرنا پڑتا تھا۔ اور اس کے بعد تانگوں پر لوگ قادیان جاتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام جب کوئی بلٹی وغیرہ آتی۔ تو آپ عموماً پیرے کو ہی بلٹی لینے کے لئے بٹالہ بھجوا دیا کرتے تھے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی عادت تھی۔ کہ وہ گاڑی کے اوقات میں عموماً سٹیشن پر پہنچ جاتے۔ اور جب دیکھتے کہ گاڑی سے کوئی ایسا شخص اترا ہے جو قادیان جانا چاہتا ہے۔ تو اس سے باتیں شروع کر دیتے۔ اور پھر اُسے روکنے کی کوشش کرتے اور کہتے کہ وہاں جا کر کیا لو گے۔ وہ تو محض دھوکا اور فریب ہے۔ ایک دن اتفاقاً گاڑی سے کوئی احمدی نہ اترا یا اگر اترا تو اُن کے ہاتھ سے نکل گیا۔ وہ ادھر اُدھر پھر رہے تھے کہ انہوں نے

پیرے کو دیکھ لیا

چونکہ لوگوں کو روکنے کی عادت پڑی ہوئی تھی۔ انہوں نے پیرے کو ہی بلا لیا اور کہا پیرے تم قادیان میں کیوں رہتے ہو۔ مرزا صاحب تو بالکل جھوٹا دعویٰ کر رہے ہیں۔ اس نے کہا مولوی صاحب مجھے تو دین کا کچھ پتہ نہیں۔ میں تو گنٹھیا سے بیمار تھا قادیان آیا اور حضرت مرزا صاحب نے علاج کیا جس سے میں اچھا ہو گیا۔ اس کے بعد میں اپنے گھر واپس نہیں گیا۔ انہی کے پاس رہنے لگ گیا۔ مگر مجھے دین کا اب تک کچھ پتہ نہیں۔ مجھے کوئی دلیل نہیں آتی۔ مولوی صاحب نے پھر اس پر زیادہ زور دیا کہ آخر تم ایک اسلام کے دشمن کے پاس کیوں ٹھہرے ہوئے ہو۔ آخر تنگ آ کر پیرے نے کہا کہ مولوی صاحب میں اور تو کچھ نہیں جانتا۔ لیکن میری آنکھیں ہیں۔ اور میں نے ایک بات خوب اچھی طرح دیکھی ہے اور وہ یہ کہ آپ روزانہ سٹیشن پر آتے ہیں اور جو لوگ قادیان جانے کے لئے یہاں اترتے ہیں۔ آپ ان سے ملتے ہیں اور انہیں

ورغلانے کی کوشش

کرتے ہیں اور کہتے ہیں دیکھنا مرزا صاحب کے پاس نہ جانا۔ وہ بڑے گندے اور فریبی انسان ہیں۔ اگر تم وہاں گئے تو تمہارا ایمان خراب ہو جائے گا۔ یہ طریق آپ نے مدتوں سے اختیار کر رکھا ہے۔ آپ روزانہ سٹیشن پر آتے ہیں اور اُن آدمیوں کی تلاش کرتے ہیں جو قادیان جانے والے ہوتے ہیں اور شاید آپ کی اب تک کئی جوتیاں اس کوشش میں گھس گئی ہوں گی۔ لیکن لوگ آپ کی بات پھر بھی نہیں مانتے

دوسری طرف میں دیکھتا ہوں کہ مرزا صاحب اپنے گھر میں بیٹھے رہتے ہیں۔ اور لوگ ان سے ملنے کے لئے گھنٹوں ان کے دروازہ پر انتظار کرتے رہتے ہیں اور اس انتظار میں وہ ایک خوشی اور لذت محسوس کرتے ہیں۔

آخر کوئی تو بات ہے

کہ باوجود اس کے کہ وہاں نہ ریل جاتی ہے۔ اور نہ پختہ سڑک جاتی ہے۔ پھر بھی لوگ مرزا صاحب کی طرف دوڑے چلے جاتے ہیں اور وہ کسی تکلیف کی پرواہ نہیں کرتے۔ اب دیکھو وہ ایک جاہل آدمی تھا۔ ان پڑھ تھا۔ لیکن اس دلیل کو وہ بھی سمجھتا تھا کہ خدا لوگوں کو پکڑ پکڑ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دروازہ پر لا رہا ہے۔ اور جس کے آگے خدا لوگوں کو خود کھینچ کر لے آئے اس کی طرف آنے سے کسی کو کون روک سکتا ہے۔ پس تم اپنے عمل سے

اپنے آپ کو ایسا بناؤ

کہ دنیا تمہارے پیچھے چلنے پر مجبور ہو۔ دنیا تم سے محبت کرنے پر مجبور ہو۔ دنیا تمہارے سایۂ عاطفت میں پناہ لینے پر مجبور ہو۔ جس طرح اگر کسی جنگل میں سے لوگ گزر رہے ہوں۔ اور اس جنگل میں کوئی خطرناک شیر رہتا ہو۔ تو لوگ سمٹ کر کسی زبردست شکاری کی پناہ میں چلے جاتے ہیں

اسی طرح دنیا سمجھے کہ ہر جگہ

آفتیں اور مصیبتیں

نازل ہوتی ہیں۔ مگر جہاں تم کھڑے ہو۔ وہاں کوئی مصیبت آسمان سے نازل نہیں ہوتی۔ اگر تم ایسا مقام حاصل کر لو۔ تو دنیا تمہاری طرف آنے پر خود بخود مجبور ہو جائے گی۔ اگر کسی جگہ آگ کی بارش ہو رہی ہو۔ اور صرف ایک مقام ایسا ہو جو اس آگ کی بارش سے محفوظ ہو۔ اور اس وقت کوئی عورت اپنے بچہ کو لے کر آ جائے۔ تو کیا تم سمجھتے ہو۔ کہ دنیا کی کوئی حکومت اور دنیا کی کوئی طاقت اس عورت کو وہاں آنے سے روک سکتی ہے۔ نہ حکومتیں اسے روک سکتی ہیں۔ نہ فوجیں اسے روک سکتی ہیں نہ پولیس اسے روک سکتی ہے۔ کیونکہ وہ سمجھتی ہے کہ میرا بچہ اس وقت تک نہیں بچ سکتا جب میں اس جگہ نہ جاؤں۔ پس اپنے اندر وہ روح پیدا کرو۔ جو سچے مومنوں میں ہونی چاہیئے۔

تم دیکھو گے

کہ خدا آپ ہی آپ ساری دنیا کو تمہارے قدموں میں سمیٹ کر لے آئے گا۔ تب تمہاری کامیابی میں کوئی شبہ نہیں ہو گا۔ اور تمہارے پاس آنے سے لوگوں کو روکنے والا سوائے حسرت اور خسران کے اور کچھ حاصل نہیں کر سکے گا۔

(الفضل ۲۳ر ستمبر ۵۲ء)

اعلانِ شکریہ میری اہلیہ مسماۃ زاہرہ خاتون بنت قریشی محمد یونس صاحب شاہدانہ بریلی کی وفات پر ہندوستان و پاکستان سے بقدر تعزیت و افسوس کے خطوط آئے ہیں کہ میں انفرادی طور پر ان کے جوابات نہیں دے سکتا۔ اس لئے بذریعہ اعلان ہذا ان تمام دوستوں کا جنہوں نے اس موقعہ پر مجھے ہمدردی و تعزیت کے خطوط لکھے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ان کو جزائے خیر دے (عبدالرحمٰن امیر جماعت احمدیہ قادیان)

درخواستِ دعا۔ خاکسار کا چھوٹا بھائی امسال میٹرک کے امتحان میں شریک ہو رہا ہے۔ احباب کرام اسکی کامیابی و صحت کیلئے دعا فرمائیں (قاضی عطاء الرحمٰن خاکسار از قادیان)

ولادت۔ مورخہ ۲/ ۱/ ۵۲ کو محمد عزیز صاحب گجراتی درویش قادیان کے ہاں لڑکا تولد ہوا اللہ تعالیٰ عزیز کو لمبی عمر عطا فرمائے اور خادم دین بنائے۔

دعائے مغفرت: میرے ماموں زاد بہن کی لڑکی بعارضہ نمونیہ بیمار رہ کر مورخہ ۲۸ر ستمبر کو موضع راکوٹ میں فوت ہو گئی۔ خدا تعالےٰ والدین کو صبر کی توفیق دے اور نعم البدل عطا فرمائے احباب سے درخواست دعا ہے۔

(عبدالحمید شیخوپوری درویش قادیان)

شباگن لیریا کے لئے مفید کونین سے بھی زیادہ اثر رکھنے والی دوائی۔ قیمت ۱۰۰ ٹکیہ عہ

شفائی اکسیر تلی جگر اور پرانے لیریا کے لئے مفید۔ شباگن کے ساتھ اس کو استعمال کیا جاتا ہے۔ قیمت ۵۰ گولیاں ۲/- روپے۔

ہمدرد نسواں یعنی حب اٹھرا۔ استقاط حمل اور بچوں کا بچپن میں فوت ہو جانے کا بے نظیر علاج قیمت مکمل کورس ۶۰۰ گولی ۱۹/- روپے

دوائی فضل الٰہی اولاد نرینہ کے لئے جن کے ہاں لڑکیاں ہی پیدا ہوتی ہیں مفید اور مجرب ہے۔ قیمت مکمل کورس ۹۰ گولیاں ۱۶/- روپے

ملنے کا پتہ

دواخانہ خدمت خلق قادیان ضلع گورداسپور

آہ! میری آپا جان

کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ

سرور دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اذکروا موتاکم بالخیر! سو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کے مطابق میں نے اپنی آپا جان ناصرہ خاتون (خدا تعالیٰ اس کو غریق رحمت کرے) کی بعض خوبیوں اور اوصاف کو جن کی وہ مالک تھی لکھنا اپنا عین فرض سمجھتے ہوئے نبی کریم صلعم کے ارشاد کی تعمیل کر رہی ہوں۔

میری آپا جان مرحومہ کی عمر ۲۹ سال کی تھی۔ جبکہ اس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے بلاوا آیا۔ موت کا پیالہ ایک ایسی چیز ہے جس سے کبھی بھی کوئی بشر خواہ وہ کتنا ہی خدا تعالیٰ کا محبوب یا نبی کیوں نہ ہو اس کو وہ جام ضرور پینا ہی پڑا ہے لیکن خوش قسمت ہیں وہ وجود کہ جن کو موت ایسے وقت میں آئے جبکہ خدا ان سے راضی اور وہ خدا سے راضی ہوں یا ایسے ذریعے سے ان کی موت واقع ہو جو خدا تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہو۔ میری آپا جان ہمیشہ ہمیش کے لئے مجھے داغ ہجرت دے کر اپنے محبوب حقیقی سے جا ملیں جس کا مجھ کو اور میرے خاندان کو جس قدر بھی قلبی صدمہ اور تکلیف ہے اس کے اظہار کے لئے میرا قلم مجبور و قاصر ہے تاہم ہمیں اسبات کی خوشی ہے کہ اس نے اپنی اس موت سے شہادت کا درجہ حاصل کیا ہے۔ اور ایسے مواقع خدا تعالیٰ کے مقبول بندوں کو ہی میسر آتے ہیں۔ ۸ ستمبر ۵۲ء کو آپا جان کو مردہ بچہ پیدا ہوا جس کے صدمہ کو ان کا کمزور دل برداشت نہ کرسکا اور وہ جان بحق ہو گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

میری آپا جان کے نکاح کا پچھلے سال اسی ماہ ستمبر میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ربوہ میں خطبہ جمعہ سے قبل اعلان فرمایا تھا۔ اور ساتھ اسبات کا بھی اعلان کیا تھا کہ باوجودیکہ میں نے اعلان کیا ہوا ہے کہ آئندہ میں کسی کے نکاح کا اعلان جمعہ کے خطبہ میں نہ کروں گا۔ لیکن اس وقت میں جس کے نکاح کا اعلان کر رہا ہوں وہ جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان کا ناظر اعلیٰ ہے۔ ہمیں ان کی دلجمعی کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

میری آپا جان کا نکاح جیسا کہ اخبار الفضل میں رسالہ درویش میں شائع ہو چکا ہے۔ مولوی عبدالرحمن صاحب فاضل ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ قادیان و امیر مقامی قادیان سے ہوا تھا۔ خدا تعالیٰ کے بھی عجیب بھید ہوتے ہیں اور وہ ہی اپنے ان رازوں کو جانتا ہے۔ میری آپا کے لئے اس سے قبل کئی رشتے آئے۔ لیکن کوئی نہ کوئی روک پیدا ہو جانے کی وجہ سے پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکے۔ (اس وقت میں ان کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتی) لیکن جونہی مولوی عبدالرحمن صاحب امیر جماعت احمدیہ قادیان کے رشتہ کا پیغام پہنچنے کو تھا تو میری آپا نے خواب میں دیکھا کہ "امیر جماعت احمدیہ قادیان ہمارے گھر تشریف لائے ہیں اور ہم ان کے روزے کی افطاری کا بندوبست کر رہے ہیں۔ انہوں نے آتے ہی فرمایا کہ پردہ کر لو میں لڑکیوں کی ماں کے پاس جا کر لڑکیوں کے رشتہ کے متعلق آخری فیصلہ کرنے آیا ہوں"۔ جس کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے خود مرحومہ کے دل میں اس رشتہ کے لئے تحریک کی اور جونہی امیر صاحب کا پیغام رشتہ پہنچا مرحومہ کے والدین نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے منظوری دے دی اور ان کا نکاح ہو گیا۔

میری آپا جان شادی کے بعد جب قادیان میں گئیں تو درویشان قادیان کے مرد و زن نے جوان کی آؤ بھگت کرتے ہوئے اظہار خوشنودی کیا اور اس شادی کی خوشی میں مختلف گھروں میں دعوتیں کی گئیں۔ اور درویشان قادیان بھی جانتے ہیں اور جس کا اب ان کی موت پر درویشان قادیان کے مرد و زن بلکہ قادیان کے غیر مسلموں نے بھی بطور تعزیت و اظہار افسوس اور ہمدردی کرتے ہوئے تاریں اور خطوط لکھے ہیں وہ اسبات کا ثبوت ہے کہ میری آپا نے اس قلیل مدت میں کس قدر اپنے حسن سلوک اور نیکی سے درویشان قادیان کے دلوں میں جگہ پیدا کر لی تھی۔ ان کی اس موت کو وہ ایک قومی نقصان سمجھ رہے ہیں۔ چنانچہ ان کے متعلق ایک، نہیں دو نہیں بلکہ کئی آئے ہیں۔ جو اس بات پر شاہد ہیں کہ میری آپا کی موت کو قادیان والوں نے خصوصاً درویشان قادیان نے اپنا نقصان سمجھا ہے۔

میری آپا تعلیم کے لحاظ سے انٹرنس پاس تھی۔ لیکن اپنے مطالعہ اور خدا داد قابلیت کی وجہ سے وہ بہت لائق ہو گئی تھیں۔ اور امید تھی کہ اگر ان کی زندگی وفا کرتی تو وہ [illegible] خاندان کے لئے مفید ثابت ہوتی۔ مجھے بخوبی علم ہے کہ اس کو سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مسائل کے حل اور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے مطالعہ کا اس قدر شوق تھا کہ وہ اکثر ۱۵۱ امتحانوں میں بیٹھتی رہی ہے جو نظارت تعلیم و تربیت کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے امتحان ہوتے رہتے ہیں اور ان میں کامیابی حاصل کرتی رہی ہے۔

خدا تعالیٰ نے جہاں ان کو علم دوست بنایا تھا وہاں اسکو خوش الحانی بھی عطا کی تھی اور یہ ایک ایسی خوبی ہے جو بہت کم پائی جاتی ہے اکثر جلسوں میں کوئی نہ کوئی چیز پڑھنے اور بیان کرنے اس کو دی جاتی تھی۔ خواہ قرآن کریم کا کوئی رکوع ہو یا کوئی نظم ہو۔ چنانچہ میں پچھلے سال جب جلسہ سالانہ پر قادیان گئی۔ تو جہاں پر اُن مقررات کے مضامین کو سنا اپنی آپا کے مضمون کو بھی سنا حالانکہ اس کا رخصتانہ جلسہ سالانہ سے ایک ڈیڑھ ماہ قبل ہی ہوا تھا۔ اور ایسے قلیل وقت میں اس کو یہ سہولت میسر نہ تھی کہ وہ اپنے اس مضمون کو تیار کر سکتی۔ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ قادیان نے ان کو سیکرٹری مال کے عہدہ پر مامور کیا۔ جس کو وہ تا قیام قادیان خوش اسلوبی سے انجام دیتی رہیں۔ اور مہمان صدر لجنہ اماء اللہ یا جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ کی طرف سے کوئی ہدایات یا احکام آتے ان کو بروقت سرانجام دیتی رہیں۔

میری آپا جان عبادات کے لحاظ سے پورے طور پر پابند صوم و صلوٰۃ کے علاوہ تہجد گزار بھی تھی۔ جبتک وہ کنواری رہی تو انہوں نے ہم بہنوں میں رہ کر اسبات کا ہمارے لئے اسوۂ حسنہ قائم کیا تھا کہ ہم پانچوں وقت کی نماز پابندی کے ساتھ پڑھتیں اور رمضان شریف کے روزے ان کی پوری شرائط کے ساتھ رکھتیں۔ میری آپا رات کو اٹھ کر نفل ادا کرنے کی وجہ سے ہم کو تحریض دلاتی رہیں۔ کہ خدا تعالیٰ کے قرب اور رضا کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ انسان نوافل کی ادائیگی پر زور دے اور بموجب فرمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ اچھا عمل وہ ہے جس پر دوام ہو خواہ تھوڑا ہی ہو۔ میں نے اپنی آپا کو اس پر کاربند پایا۔ لڑکی جب اپنے ماں باپ کے گھر میں ہوتی ہے تو وہ بہ نسبت سسرال کے گھر کے زیادہ آزاد اور بے فکر ہوتی ہے۔ کیونکہ ماں باپ کے گھر میں کام کاج کی سہولت کے علاوہ ایک حد تک دوسروں کی ذمہ داری سے بھی آزاد ہوتی ہے۔ اور جونہی وہ سسرال کے گھر میں جاتی ہے سسرال کے گھر کے جملہ کاروبار کا بوجھ اس کے سر پر پڑتا ہے اور خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ گھر میں دائے اس کے اور دوسری عورت کوئی نہ ہو۔

ایسی صورت میں اس کی وہ آزادی جو اسے ماں باپ کے گھر میں حاصل تھی۔ بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن پھر بھی میں نے اس کو جلسہ سالانہ کے موقعہ پر دیکھا ہے کہ وہ پہلے بھائی جان کے ساتھ جا کر مسجد مبارک میں باقاعدگی سے تہجد ادا کرتی تھیں اور سسرال کا گھر ہونے کی وجہ سے کبھی ان کے دل میں تساہل نہ آیا۔ مجھے اپنے بھائی جان سے یہ بات سنکر بہت خوشی ہوئی کہ اس دفعہ رمضان شریف میں بید اتفضلہ میں تراویح کی نماز بھی ادا کرتی رہیں۔ جبسے وہ لجنہ اماء اللہ کے عہدہ پر مقرر ہوئیں اس کے علاوہ دیگر کاموں میں بھی جو ان کے سپرد صدر لجنہ اماء اللہ یا جنرل سیکرٹری کی طرف سے کئے جاتے تھے۔ ان کو خدمت قوم سمجھتے ہوئے خوشی اور حسن اسلوبی سے انجام دیتی تھیں۔ جونہی ان کا رخصتانہ ہوا اسکے پہلے قادیان جا کر وصیت بحق مقبرہ بہشتی کرائی اور اس کے جملہ ابتدائی امور انجام دے کر فوت ہوئیں اور اسی وجہ سے ان کی میت کو بطور امانت تابوت میں دفن کیا گیا ہے تاکہ وقت آنے پر ان کو قادیان لے جا کر خطہ درویشاں میں دفن کیا جائے۔

میں نے اپنی آپا کا اسکول لائف میں بغور مطالعہ کیا ہے۔ اس میں ایسی کسی قسم کی کوئی بات نہ پائی جاتی تھی۔ جو دوسری نو تعلیم یافتہ لڑکیوں میں پائی جاتی ہیں۔ والدین نے جو لباس میں ملبوس کیا اسی پر عمر بھر قناعت کی۔ کبھی بھی دوسری لڑکیوں کے فیشنوں و لباسوں کو دیکھ کر یا ان کی عادات دیکھ کر متاثر نہیں ہوئیں۔ جس کے نتیجہ میں اپنے ماں باپ کو یہ کہا ہو کہ مجھے اس قسم کا لباس و آرائش اور سہولتیں برائے تعلیم اور اس قسم کی فراغتیں برائے کاروبار تعلیم درکار ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ ایک مومنانہ شان میں اپنی زندگی بسر کی ہے۔ اپنی تمام زندگی بھر میں وہ دوسروں کے لئے ایک موثر۔ متاثر نہ تھی چنانچہ اکثر ان کی سہیلیوں نے ان کے اچھے عادات حاصل کئے ہیں اور خود کبھی ان کے بری عادات سے متاثر نہ ہوئیں تھیں

ایک بہت بڑی خوبی میری آپا میں یہ بھی تھی کہ وہ بہت کم گو واقع ہوئی تھی۔ ہمیشہ وقت و موقع کے لحاظ سے سوچ سمجھ کر بولنا ان کی خاص عادت تھی۔ وہ ہرگز باتونی نہ تھیں اور ان کی یہ عادت گھر کے افراد سے بھی مختص نہ تھی۔ بلکہ اگر کوئی ذرا سی دیر کیلئے بھی ان کے ساتھ رہا ہوگا تو ضرور اس نے اس بات کو معلوم کر لیا ہوگا۔ میری آپا بہت کم گو اور منکسر مزاج تھی۔ اگر اس کو کبھی تکلیف یا دکھ ہوتا تو بہت ہی صبر و تحمل سے برداشت کرتیں۔ تکلیف کا اظہار اور واویلا کرنا ان کی عادت کے خلاف تھا۔ میں نے اس کی اس بیماری میں جو کہ اس

کی موت کا سبب بنی اس کے نزدیک ہو کر بھی دیکھا ہے۔ میں نے اس کو رضا بالقضاء ہی پایا۔ باوجودیکہ ان کا آپریشن ہوا تھا۔ جس سے ان کے مردہ بچہ پیدا ہوا۔ لیکن اس نے ان ہر دو تکالیف کے لئے نہ خدا تعالیٰ کے حضور میں اور نہ ہی رشتہ داروں سے کوئی ایسی بات کہی جس سے گھبراہٹ یا شکوے کا اظہار مقصود ہو۔ سوائے میرے محسن پروردگار خدا تو نے میری محبوب آپا جان کو جو کہ اس جہان میں تیری امانت تھی واپس بلا لیا ہے۔ سو اے خدا ہم تیری اس قضا پر راضی ہیں۔ اگر ہم میں سے کسی سے کوئی بات سہواً منہ سے ایسی نکل گئی ہو جو تیرے نزدیک ناپسندیدہ ہو۔ تو تو ہم سے درگزر کر کیونکہ تو بخشنہار خدا ہے۔ اور میری یہ دعا ہے کہ اے خدا تو کیونکہ مسبب الاسباب ہے اور تجھ ہی کو تمام قدرتیں حاصل ہیں۔ تو میری آپا جان کی اس خواہش کو (جس کا اظہار اس نے اپنی زندگی میں کیا تھا اور وہی خواہش ہر ایک مومن کی ہونی بھی چاہیئے۔) پورا ہونے کے سامان فرما۔ آمین۔

صادقہ خاتون قریشی
بنت قریشی محمد یونس صاحب سیکرٹری مال
جماعت احمدیہ بریلی۔

مسٹر مینن کی یو۔ این۔ او کے سیکرٹری جنرل سے ملاقات

نیویارک ۔ مسٹر کرشنا مینن ہندوستانی نمائندہ یو۔ این۔ او جو کوریا کے معاملہ میں نمایاں حیثیت اختیار کر چکے ہیں نے اس سلسلہ میں سیکرٹری جنرل اقوام متحدہ سے ملاقات کی۔

گنگا پر پُل

کلکتہ ۔ مسٹر دیش مکھ وزیر خزانہ نے کہا کہ مغربی بنگال میں گنگا پر پل بنانے سے پہلے پاکستان سے پوچھا جائے گا ۔ ہندوستان اس سے قبل ہی دریا کے معاملہ میں مشکل میں پڑا ہوا ہے۔ لہذا ہندوستان کو یہ بات دیکھنی پڑے گی کہ گنگا پر مذکورہ پل بنانے کی وجہ سے پاکستان کو کیا مشکلات ہوں گی۔

پونا میں ریڈیو سٹیشن کا اجراء

پونا۔ ۲ر اکتوبر۔ آل انڈیا ریڈیو کا پونا میں براڈ کاسٹنگ سٹیشن کا اجراء ہو گیا ہے۔ یہ اجراء گاندھی جی کی پیدائش کے دن ہوا ہے۔ اس میں ٹرانسمٹر ہیں۔

نہ صرف خود اخبار بدر کا باقاعدہ مطالعہ کریں بلکہ ۔ اپنے دوستوں کو بھی تحریک کریں ۔

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طورِ تسلی کا بتایا ہم نے

قادیان میں جماعت احمدیہ کا ۶۲ واں سالانہ جلسہ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ جماعت احمدیہ کا سالانہ اجتماع ایک مدت سے نہایت کامیابی کے ساتھ منعقد ہو رہا ہے۔ یہ اجتماع دسمبر کے آخری ہفتہ میں ہوا کرتا ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس میں شمولیت کی خاص تاکید فرمائی ہے:۔

"جلسہ سالانہ میں ضرور تشریف لائیں۔ انشاء اللہ القدیر آپ کیلئے بہت مفید ہوگا۔ اور جو للہ سفر کیا جاتا ہے وہ عند اللہ ایک قسم کی عبادت کے ہوتا ہے۔"

اسی طرح جلسہ سالانہ کی خاطر سفر کرنے والوں کے لئے حضور علیہ السلام نے ان الفاظ دعا کی:۔

"ہر ایک صاحب جو اس للہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں خدا اُن کے ساتھ ہو اور ان کو اجر عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دے اور ان کے ہم و غم دور فرمائے اور ان کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے۔ مرادات کی راہیں ان پر کھول دے اور آخرت میں اپنے بندوں کے ساتھ اُن کو اُٹھاوے جن پر اُس کا فضل اور رحم ہے اور تا اختتام سفر ان کے بعد اُن کا خلیفہ ہو۔ اے خدا اے ذوالمجد والعطا اور رحیم اور مشکل کشا یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر ایک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے آمین ثم آمین (اشتہار ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء)"

پھر مخصوص طور پر جماعت احمدیہ کے دائمی مرکز قادیان کے بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

"میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ قادیان کی زمین بابرکت ہے۔"

تقسیم ملک کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ہندوستانی جماعتوں کو اپنے مرکز کے ساتھ محکم تعلق پیدا کرنے کے لئے ان الفاظ ارشاد فرمایا:۔

"اپنے مرکز کے ساتھ تعلق کو مضبوط کرو اور ایسا کبھی نہ ہونے دو کہ تمہیں قادیان آنے کی ذمت حاصل ہو اور تم اُس سے فائدہ نہ اُٹھاؤ۔" (پیغام امام بر موقعہ جلسہ سالانہ ۱۹۵۱ء)

اس سے اگلے سال اسی بات کی تاکید فرماتے ہوئے حضور نے اُس مقصد کی طرف بھی توجہ دلائی جس کی خاطر یہ ضروری سفر اختیار کیا جاتا ہے:

"سب سے پہلی چیز تو یہ تھی کہ امن کے قیام کے بعد قادیان کے جلسہ میں ہزاروں ہزار احمدی آتا مگر آپ لوگ تو اب بھی اسی طرح آ رہے ہیں جس طرح کہ خطرہ کے وقت آتے تھے۔ وہ وقت گزر چکا ملک میں خدا کے فضل سے امن ہو گیا۔ اب آپ لوگوں کا کام ہے کہ سال میں کم سے کم ایک دفعہ تو قادیان آئیں اور یہاں آ کر ان امور پر غور کریں جو آپ لوگوں کی بہتری کے لئے ضروری ہیں اور جو آپ لوگوں کی بہتری کے لئے ضروری ہیں۔ اور جو آپ کی ترقی کا موجب ہو سکتے ہیں پس جب آپ لوگ واپس جائیں تو ہر احمدی کے کان میں یہ بات ڈالیں کہ وہ آئندہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر قادیان پہنچنے کی کوشش کریں۔ اور دوران سال میں بھی اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ زور سے قادیان آتے رہیں جیسا کہ تقسیم سے پہلے آتے تھے۔" (پیغام امام بر موقعہ جلسہ سالانہ ۱۹۵۲ء)

پس ان روح پرور کلمات کے ساتھ میں تمام ہندوستانی احمدیوں کو جلسہ سالانہ میں شمولیت کی دعوت دیتا ہوں آپ خود بھی تشریف لائیں اور اپنے اہل و عیال کو بھی ہمراہ لاویں تا وہ بھی ان برکات سے حصہ پائیں اور اپنے ایمانوں میں تازگی پیدا کریں۔

دعا ہے کہ خدا تعالیٰ آپ لوگوں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں اس مبارک تقریب پر احمدیت کے دائمی مرکز میں جمع ہونے کی توفیق دے اور آپ کو مسیح پاک علیہ السلام کی دعاؤں کا مستحق بنائے آمین ثم آمین۔

السلام
ناظر دعوت و تبلیغ سلسلہ عالیہ احمدیہ قادیان

خبریں
بچوں کی صحت اور حفاظت کی مجلس

نئی دہلی ۔ راجکماری امرت کور وزیر صحت نے بچوں کی صحت اور حفاظت کی مجلس کی پہلی میٹنگ کی صدارت کی۔ یہ مجلس باقاعدہ نئی دہلی میں رجسٹرڈ ہوئی ہے۔ راجکماری امرت کور اس کی صدر مقرر ہوئی ہیں۔ اور میجر جنرل ہمت سنگھ جی وائس پریذیڈنٹ مقرر ہوئے ہیں۔

بس کی ٹکر سے وفات

آہوسنین۔ یکم اکتوبر۔ بس کے حادثہ کی وجہ سے چودہ افراد ہلاک اور آٹھ زخمی ہو گئے ہیں

کراچی ۔ ۲۹ر ستمبر۔ کل پارلیمنٹ کے اجلاس میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے وزیر داخلہ مسٹر مشتاق احمد گورمانی نے ایوان کو بتایا کہ پنجاب میں بہت سے سرکاری ملازمین نے احمدیوں کے خلاف ایجی ٹیشن میں حصہ لیا تھا۔ ان ملازمین کے خلاف کارروائی کرنا صوبائی حکومت کا کام ہے مرکزی حکومت نے سرکاری ملازمین کے قواعد میں ترمیم کر دی تھی جس کی رو سے انہیں ایسی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی ممانعت کر دی ہے۔ ترمیم شدہ قواعد کے مطابق اگر کوئی سرکاری ملازم کسی عقیدے کی تبلیغ کرتا ہو اعتقاد کی بناء پر جانبداری کرتا یا دوسرے ملازمین پر اثر ڈالتا ہوا پایا گیا۔ تو اسے برطرف کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے اس تجویز کو مسترد کر دیا کہ سرکاری ملازمین کی وفاداری کی تصدیق کے لئے امریکہ محکمہ الف۔ بی۔ آئی کی طرح پاکستان میں بھی ایک خاص محکمہ قائم کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ سرکاری ملازمین کے متعلق اضلاعی افسروں کی موجودہ معلومات حاصل کرنے کا طریقہ تسلی بخش ہے۔

چندہ الگ ہے۔ اور زکوٰۃ الگ
زکوٰۃ کا فریضہ مختلف چندوں کے باوجود واجب الاداء ہے۔ جبتک اُسے زکوٰۃ کی نیت سے نہ دیا جائے۔ ادا نہیں ہوتا۔
(ناظر بیت المال قادیان)